

(افسانے)

# ادب زریں

حجاب امتیاز ملی

# ادب زریں

(افسانے)

itsurdu.blogspot.com

حجاب امتیاز علی

## ارمان

سورج ڈوبتا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی میرے ارمان میرے افسردہ ارمان بھی ڈوب رہے ہیں۔

وہ دوسرے دن پھر نکل آئے گا۔ پھر یہ راستہ بھول کر دوسری طرف کو نکل جائیں گے۔ وہ ایک دفعہ پھر طلوع ہو گا مگر میرے ارمان ہمیشہ کے لئے غروب ہو جائیں گے۔

ہرن جنگلوں میں دور کے راستوں پر جا کر پھر اپنے مقام پر واپس آ جاتے ہیں پر میرے ارمان راستہ بھول کر بھٹک جائیں گے اور معبود جانے کدھر نکل جائیں گے کہ پھر کبھی واپس نہ آئیں گے۔

دوست۔۔۔ پیارے دوست دیکھو سورج آہستہ آہستہ ڈوبتا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میرے ارمان میرے افسردہ ارمان بھی ہمیشہ کے لئے ڈوب رہے ہیں۔

آج وہ بھی مٹ گیا ہو گیا قصہ تمام  
داغ حسرت دل میں تھا ایک یاد گار آرزو



## اختلاف

میں صبح سے ایک درپچے میں بیٹھی زندگی کی نظم پر غور کر رہی ہوں اور تم بے موقع کھلکھلا کر ہنس رہے ہو۔

جب گرم موسم کا کوئی بھونرا باغ کی طرف سے راگ گاتا ہوا اتفاق میرے کمرے میں چلا آتا ہے۔۔۔ تو مدتوں بعد میرے افسردہ خواب شگفتہ ہونے لگتے ہیں!

پر آہ! تمہارا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے! اور تم پریشان ہو کر اس ننھے سے مضرب کو فنا کر دیتے ہو!

اے خدا! بس! میں اختلاف سے گھبرا گئی ہوں!

اور میری زندگی مسموم ہوئی جاتی ہے!

آہ! میں زندگی کے تفکرات سے بہکی جاتی ہوں!

اور تم سراٹھا اٹھا کر مسرتوں کو جھانک رہے ہو!





## خوف

آہ! باد مخالف کس تیزی سے چل رہی ہے! کہیں وہ میرے نخل آرزو کو نہ اکھیڑ دے

### تین سوال

اے میری آرزو کے گلاب! تو مرجھا کیوں گیا؟  
باغوں کے گلاب شکفتہ ہو گئے۔

سرد سرد شبنم نے ان کی پنکھڑیاں کھول دیں۔  
گرم گرم آنسو تری بند پنکھڑیاں نہیں کھول سکتے!

اے میری آرزو کے چاند! تو کدھر چھپ گیا؟  
آسمان کا چاند سرما کے ڈراؤ نے بادلوں میں سے دوبارہ طلوع ہو رہا ہے۔  
کبھی خوشیوں کے آسمان پر تو نہیں جگمگائے گا؟

آہ اے میری آرزو کی کھیتی! خشک کیوں پڑی ہے؟  
امید و سکون کی فضا میں کبھی نہیں اہلہائے گی۔  
موہی برسات نے گیہوں کے کھیتوں کو ہرا کر دیا!  
نیکی اور قناعت کے بادل تجھ پر پانی نہیں برسا کے؟



## چرواہا

مجھے شہروں کی کوئی خبر نہیں کہ وہاں کی مخلوق کون سا راگ گارہی ہے۔

میں سبز آسمانوں کے نیچے، کچھو راور زیتون کے درخت کے سائے میں اپنی زندگی کی نظم پڑھ رہا ہوں!

مجھے آبادیوں میں گونجنے والے مصنوعی قہقہے سنائی نہیں دیتے۔

میں زندگی کے نمائشی تکلفات سے معرا، دن رات اک بے لوث دھیمی مسکراہٹ سے ہمکنار رہتا ہوں۔

میری آنکھیں بازاروں میں جگمگانے والی قدیلوں کو نہیں دیکھتیں!

میری نگاہیں جنگلوں کی تنہائیوں میں، تقدیر کی روشنی کی متلاشی ہیں۔

میں اپنی زندگی کی صبح کو ایک دلچسپ کہانی کی طرح شروع کرتا ہوں اور اس حالت میں بے ہوش اور سرشار رہتا ہوں تاوقتیکہ

دوسرے دن کی روشنی مجھے اپنی آغوش میں نہیں چھپا لیتی۔

جبکہ دنیا کے تاجدار اپنی زندگی کی ہر صبح سے کانپ اٹھتے ہیں! اور اپنی نیند سے بیدار ہو کر دن بھر کی کلفتوں کو اڑدے کے زہر کی

طرح اپنے تنفس میں جذب کرتے رہتے ہیں۔ شام کے وقت میں اپنی نیند میں مسکراتا ہوں۔

جبکہ یہ دنیا کہ شہنشاہ اپنی پر تکلف نیند میں دن کے خواب سے تھک کر آہیں بھرتے رہتے ہیں!

مجھے شہروں کی کوئی خبر نہیں کہ وہاں کی مخلوق کون سا راگ گارہی ہے۔



## سہیلی سے

سہیلی! یہ زندگی جس کو تم اور میں بہت محبوب خیال کرتے تھے بڑی شورش انگیز چیز ہے! کیونکہ کبھی اس میں سمندر کی سی ہولناک موجیں اٹھنے لگتی ہیں اور کبھی اس میں پہاڑ کے سے مصائب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ زندگی جس کو تم اور میں ایک حسین کلی سمجھتے تھے ایک خزاں رسیدہ درخت کی مانند ہے جو کبھی سوکھ جاتا ہے تو کبھی سرسبز ہونے کی کشمکش میں مبتلا ہوتا ہے۔

یہ زندگی۔۔۔ جس کو تم اور میں مفید خیال کرتے تھے میرے لئے تو ہلاکت آفرین زہر ثابت ہوتی ہے۔ کبھی ایسی دوا جو مدتوں ایک قریب المرگ کو عالم نزع میں زندہ رکھے۔

یہ زندگی جس کو تم اور میں فرشتہ کا ایل لطیف خواب سمجھتے تھے شیطان کا ایک طویل قہقہہ ہے۔

یہ زندگی جس کو ہم دونوں نور سے تشبیہ دیا کرتے تھے ایک ایسا تارا ہے جو تڑپ کر آسمان سے ٹوٹ جاتا ہے اور پھر خبر ہوتی کہاں غائب ہو جاتا ہے۔

باوجود اس کے آہ سہیلی! خبر نہیں کیوں مخلوق اس زندگی کو نیچر کا اختراع فائقہ تصور کرتی ہے۔



## نظم

رات سنان اور تاریک تھی میں اپنے کتب خانہ کے درتچے میں بیٹھی اپنی نظم لکھ رہی تھی۔

کھڑکی کے پاس گرمیوں کے موسم کا ایک منچلا بھونرا سیلا گیت گارہا تھا۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے معبود کی پرستش گاہ میں بیٹھا کوئی دکھیا اونچی آواز سے دعا مانگ رہا ہو۔  
میں اپنی نظم کا دوسرا بند لکھ رہی تھی۔

گرمیوں کے شفاف آسمان پر نورے کے قطرے جگمگا رہے تھے۔

اور سڑک پر تاروں کی چھاؤں میں ایک بھولا بھٹکا مسافر الگ گداز راگ الپتا چلا جا رہا تھا۔

مجھے تو ایسا معلوم ہوا جیسے شعرو غم کی دنیا سے آ بشار کی آواز آرہی ہے۔ میں اپنی نظم کا چوتھا بند لکھ رہی تھی۔

رات کی تنہائیوں میں بلبل کہیں دور ہارسنگھار کی ٹہنی پر گیت گارہی تھی۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوا جیسے نیچر سسکیاں لے رہی ہے۔

میں اپنی نظم ختم کر چکی ہوں۔





## محبت

میں نے اپنی سہیلی کے زرد اور پڑمرہ چہرے کو سیکھ کر کہا۔۔۔ ”پیارے! اگر سوائت پڑمردگی اور زردوئی کے اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تو محبت کو دنیا کے ادب ہی میں سے نکال کر پھینکو۔ اس کا منشا انسانی زندگی میں اضمحلال پیدا کرنا ہے۔ اس نے آج تک انسانی آبادیوں میں کوئی خوبصورتی پیدا نہیں کی۔ اک فساد مچا دیا، اک جھگڑا کھڑا کر دیا۔ لود دوست اس کو شاعری سے نکال پھینکو۔ دیکھو! تم شعر کو غور سے پڑھو۔ اور جہاں محبت کی خراش محسوس ہو، بس اس کو فنا کر دو۔“

لیکن وہ میرے اس بیان پر لرزنے لگی۔

وہ اک روح معلوم ہوتی تھی جو رات کی فضا میں آسمانی روشنیوں کے ہمراہ باغ میں اتر آئی تھی۔

اس نے جواب دیا۔

پھر ہم اس تاریکی میں کیسے زندہ رہیں؟ پھر لرزش حیات کا مقصد کیا ہوگا؟ تم شب کی گہری تاریکیوں میں بغیر شمع کے مکان میں رہ سکتی ہو تو اس رہنے سے فائدہ ہی کیا ہوگا؟ نہ تو تم مذہبی مقدس کتابیں ہی پڑھ سکو گی اور نہ دیوانی لڑکی یہ دیکھ سکو گی کہ تمہارے باجے کے قریب والی موسیقی کی کتاب میں اور کئی نئے گیت موجود ہیں۔“

یہ جواب سن کر میں مسکرائی۔ اور اپنی آسمانی رنگت کی ریشمی چادر جس پر جہاز کی تصویریں بنی ہوئی ہیں، شانوں پر اوڑھ لی۔

اس شب اس نے محبت کو نور سے تشبیہ دی تھی۔ ایک پر لطف خیال تھا۔



## اشتیاق

انگور کی زرد بیلوں کے پیچھے سرخ آفتاب کے غروب ہوتے ہی میری نظریں کچھ ڈھونڈتی ہیں۔

جب شرم مجھے پہاڑوں کے دامن میں چھپا دیتی ہے تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہاں بھی داؤدی کے سفید پھول ترے سفید چہرے کی مشابہت لئے مھ شرمادیتے ہیں۔

اندھیری رات میں جب میری سیاہ آنکھیں تاروں بھری فضا پر پڑتی ہیں تو مجھے نیلا آسمان اور سنہرے تارے ایسے معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے تیری نیلی نیلی آنکھیں مسرت کے آنسوؤں سے جگمگا رہی ہوں۔

شام کی اداسیوں میں جب میں خوابگاہ کی کھڑکی کھول کر کھڑکی ہوتی ہوں تو کیکر کے جھنڈے میں ڈوبنے والا سبز آفتاب اور اس کی سرخ کرنیں تیری نارنجی رنگت کی زلف کی یاد دلا دیتی ہیں۔ عزیز دوست! بعض اوقات ترا اشتیاق میرے لئے دلی پریشانی بن جاتا ہے۔



## سرد ہاتھ

اے دوست تو کیا ٹھول رہا ہے؟

کھوئی ہوئی چیز نہیں ملتی، گئی ہوئی چیز واپس نہیں آتی!

بھلا ہوا کے جھونکے بھی لوٹے ہیں؟ غزاں کے پتے بھی واپس آئے ہیں؟

پھر تو کیا ٹھول رہا ہے؟

یہاں تو کوئی بھی ایسی جگہ موجود نہیں جس کی تجھے تلاش ہے۔

پیارے دوست! اس کے سرد ہاتھوں نے محبت کے گرم گرم شعلوں کو ٹھنڈا کر دیا۔

اس نے زبردست سپاہیوں۔ بہادروں اور مضبوط جسموں کو طوفانی جھونکوں کی طرح جو کمزور پردوں کو اکھیڑ لے جاتے ہیں گرا

دیا۔

پھر تو کیا ٹھول رہا ہے؟

یہاں تو کوئی ایسی جگہ موجود نہیں جس کی تجھے تلاش ہے۔

تو نے نہیں دیکھا۔۔۔ کہ معصوم بچے کی مسکراہٹ دائمی سکوت میں تبدیل ہو گئی؟ بیمار کی کراہ خاموشی میں ڈوب گئی؟

سرخ و سفید چہروں پر خوفناک سردی چھا گئی!

پھر تو کیا ٹھول رہا ہے؟

یہاں تو کوئی بھی ایسی جگہ موجود نہیں جس کی تجھے تلاش ہے۔

کیا تو نے نہیں دیکھا

کہ شام کے وقت آفتاب غروب ہو جاتا ہے۔

اپنے وقت پر ستارے بھی مدھم ہو کر غائب ہو کر معبود جانے کدھر نکل جاتی ہے پتہ نہیں لگتا۔

یہاں تو کسی چیز کو بھی قیام نہیں۔

پھر تو کیا ٹٹول رہا ہے؟

یہاں تو کوئی بھی ایسی جگہ موجود نہیں جس کی تجھے تلاش ہے۔ اس سے تو تو جہیں بھی محفوظ نہ رہے گا۔

خواہ تو چٹانوں کے نیچے چھپ جائے یا اپنے مکان کا دروازہ بند کر لے یا اپنے محبوب کے سینے سے چٹ جائے۔

تو نے نہیں دیکھا۔ اس کی آنکھیں کیسی روشن اور تیز ہوتی ہیں؟

اس نے مخلوں میں رہنے والے صاحب ثروت لوگوں کی پیشانیوں کو چوم لیا ہے۔ اس کے زبردست ہاتھ مضبوط دروازوں کو توڑ

ڈالتے ہیں۔

اس کی تیز آنکھیں تاریکی میں چھپے ہوؤں کو ڈھونڈ نکالتی ہیں۔

اس کے برق رفتار قدم اونچے اونچے پہاڑوں اور عالیشان مخلوں میں پہنچ جاتے ہیں۔

پھر تو کیا ٹٹول رہا ہے؟

یہاں تو کوئی بھی ایسی جگہ موجود نہیں جس کی تجھے تلاش ہے۔

دوست! تو نے نہیں دیکھا۔

موسم خزاں میں درخت کس یا اس انگیز کیفیت میں کھڑے ہوتے ہیں؟ پتے سوکھ کر گر جاتے ہیں اور کوئی رونق نہیں رہتی۔

چشمے خشک ہو جاتے ہیں اور ان پر موسیقی باقی نہیں رہتی۔

ہر چیز اپنے وقت پر غائب ہو جاتی ہے۔ رنگین بادل ہواؤں میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ بلبل کے گیت بھی ہواؤں میں مل کر خوش ہو

جاتے ہیں اور باجے کے تار بھی شکستہ ہو جاتے ہیں۔ کوئی چیز برقرار نہیں رہ سکتی۔

آہ نہیں۔۔۔

پھر تو کیا ٹٹول رہا ہے؟

یہاں تو کوئی بھی ایسی جگہ موجود نہیں جس کی تجھے تلاش ہے۔

کیا تو نے نہیں دیکھا۔

صدیاں گزر جانے پر سمندر بھی اپنی جگہ چھوڑ دیتا ہے؟ عالیشان باغ ویران کھنڈر بن جاتے ہیں؟

اسی طرح میرے دوست زمانے کے ورق اٹتے ہی جاتے ہیں۔ وہ تھم نہیں سکتے! ڈرتی ہوں کہ کہیں تو بھی اپنی جگہ سے کسی دن غائب نہ ہو جائے۔

اور یہ بہت ممکن ہے کہ ہم دور چلے جائیں اور واپسی پر اپنے دوست کو نہ پائیں! یا ہم گھر پر رہیں اور ہمارا دوست سفر پر چلا جائے واپس آ کر ہم کو نہ پائے۔ پھر تو کیا ٹھول رہا ہے؟ یہاں تو کوئی بھی ایسی جگہ موجود نہیں جس کی تجھے تلاش ہے! اے بنی آدم! دیکھ موت کا فرشتہ۔ ہر روز ہمارے شعلہ حیات کی طرف دامن بڑھاتا چلا آ رہا ہے۔ ایک دن اس کے سرد ہاتھ اس آگ کو ٹھنڈا کر دیں گے۔



itsurdu.blogspot.com



## کون سی چیز؟

اے خدا میں دل ہی دل میں سوال کرتی ہوں کہ کون سی چیز شام کے دھندلے میں کسانوں کے چہروں کو چکا دیتی ہے؟  
 جبن ندی کے شفاف پانی پر نازنگی اور سنترے کے درختوں کے سائے کا نچنے لگتے ہیں۔ اور جب چراغِ معبود کی پرستش گاہ میں  
 جاگ اٹھتے ہیں دن کی روشنی کسی بھولے بھٹکے مسافر کی طرح ادھر ادھر پریشان ہو ہو کر دیکھتی ہوئی مغرب کی پر اسرار گھاٹیوں میں  
 غائب ہو جاتی ہے تو ہو کوئی چیز ہے جو دن بھر کے تھکے ماندے مزدور کے چہرے پر مسکراہٹ پیدا کرتی ہے۔



## مسرت

میرے دوست، تم کیوں مسکرارہے ہو؟

آہ! میں بہت اداس ہوں۔ اور نہیں جانتی میری مسرت کہاں پوشیدہ ہے۔

میرے دوست، تم کیونکر خوشی حاصل کرتے ہو؟

آج میرے باغ کا در پہ کھلا ہوا تھا، اور ایک پر بیان بھونرا ادھر ادھر پھر ہاتھ لگ رہی تھی کہ اس کی مسرت کی تکی خوشبوؤں میں پنہاں ہے۔

پر میں یہ نہیں جانتی کہ میری مسرت کہاں پوشیدہ رکھی گئی ہے!

خزاں کی رات میں بچے نے اپنی نگاہیں آسمان پر جمادی تھیں مگر برے موسم کے بادلوں نے چاند کو دفعتاً چھپا لیا۔ اور بچے کی ہلکوں پر آنسو چمکنے لگے۔

پر بہت جلد خزاں کے تیز رفتار جھونکوں نے بادلوں کو ہٹا دیا۔

چاند مسکراتا ہوا نمودار ہوا، بچہ بھی مسکرارہا تھا۔

میرے معبود لوگ کیسی جلدی مسرت ڈھونڈ لیتے ہیں۔

تالاب کے نو خیز کنول اپنی آبی دنیا دنیا میں ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ کرتے علوم ہوتے ہیں اور جنگلوں سے کوش مزاج ہنس

کھ پرندے کی سیٹیاں سنائی دے رہی ہیں۔

گھاس کی ہری نازک پتیوں میں چلیلیے نڈوں نے جشن منانے شروع کر دیئے۔

اللہ مسرت حاصل کرنے کے بھی کیسے عجیب اور دلچسپ طریقے ایجاد ہوئے ہیں، جن سے میں لاعلم ہوں اور نہیں جانتی میری

مسرت کہاں پوشیدہ ہے!

میرے دوست، آؤ ہم ڈھونڈیں کہ ہماری مسرت کہاں پوشیدہ ہے!



## خزاں کی صبح

اس صبح اس کا چہرہ نہایت زرد تھا!

ہوائیں الم انگیز سر نکال رہی تھیں۔ جیسے کسی اندھیرے میں غار میں کوئی دور بیٹھا موت کا راگ گارہا ہو۔

میں نے اس سے کوئی بت نہ کی نہ اس نے اس کی کوشش کی۔ کیونکہ ہم دونوں کا خیال یہی تھا کہ دو محبت کرنے والوں کو برے

موسم کی ایک بے لطف صبح میں ہم کالم نہ ہونا چاہئے۔

میں دیر تک در پتے میں چپ چاپ کھڑی سمندر کی ملگجی موجوں کو گنتی رہی۔

اور وہ خاموشی سے ایک کوچ پر بیٹھی اپنے باجے کے شکستہ تاروں کو بجانے کی کوشش کرتی رہی۔



## دوپہر کا آفتاب

جب دوپہر کا آفتاب میرے صحن میں اپنی تیز کرنیں پھینکتا ہے اور کیلے کے شاداب پودے جنوب کی روح پرور ہواؤں سے جھومنے لگتے ہیں۔

تو بادل دور ساحلوں پر چلے جاتے ہیں!

تاریکی کا کہیں وجود نہیں ہوتا!

طوفان سمندروں کی گہرائیوں میں چھپ جاتے ہیں!

اور کسی شورش کا مطلق پتہ نہیں ہوتا!

صرف بہار کے بادل دو پہاڑوں پر گر جتے سنائی دیتے ہیں۔

اور دل پسند دھوپ کے لئے نو خیز زرد پتوں کو چمکا رہی ہوتی ہے۔

جب بڑے بڑے صحرا لہے لہے میدان، اونچے اونچے پہاڑ دوپہر کے آفتاب سے آگ کے شعلے بن کر چمکتے ہیں۔ ننھی ننھی

چڑیاں تمازت آفتاب سے نڈھال ہو کر زیتون اور خشکاش کے درختوں میں چھپ جاتی ہیں۔ اور جنگلوں میں شیر اور برہ سنگھے بھی

شدت حرارت سے بے تاب ہو کر بار بار چشموں سے پانی پیتے ہیں۔

تو میں اپنے صحن کی کھڑی رچپ رچپ بیٹھی کسی مجبور چڑیا کی دردناک نغمہ سرائی گھنوں سنتی رہتی ہوں۔

لوگ کہتے ہیں۔ یہ دوپہر کا آفتاب ریگستانی مسافروں کے چہروں کو جھلس دیتا ہے اور اونٹوں کی رفتار کو دھیمہ کر دیتا ہے۔ کسانوں

کے کھیت برباد ہو جاتے ہیں۔ اور گوالیوں کی امید کی کشتیاں بد قسمتی کے گرداب میں ڈوب جاتی ہیں۔ تالاب خشک ہو جاتے ہیں۔

اور خوبصورت خوبصورت باغ آن واحد میں بے برگ و گل رہ جاتے ہیں۔ اور یہ بڑا سا۔ دوپہر کا آفتاب ہزاروں کی زندگیوں کے

چشمے خشک کر دیتا ہے۔ مگر اے معبود! مجھے تو یہ دوپہر کا آفتاب کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔

ہاں صرف یہ کرتا ہے کہ وہ میرے کیلے کے پودوں کو چمکا دیتا ہے۔

بلبل کے پروں میں نئے رنگ پیدا کر دیتا ہے۔

چشمے کے پانی کو اس کی تیز کرنیں چکا دیتی ہیں۔

اور لوگ مجھے اس روشنی میں نہاتے نظر آتے ہیں۔

اللہ۔ یہ دو پہر کا آفتاب کسی کو خوش کرے یا نہ کرے مگر میں تو یہ چاہتی ہوں کہ میرے باغ پر چمکے۔ اور میرے کیلے کو چمکائے!

اور میں ان روشنیوں میں بیٹھ کر گھنٹوں بلبل کی میٹھی نغمہ سرائی سنوں!



itsurdu.blogspot.com



## شاعروں کی سرزمین

آہ! حیات کی الجھنوں، اور زندگی کی بے چینیوں نے ہماری روحوں کے پاکیزہ تبسم کو ظلمت شب میں راستہ ٹٹولنے والے پرندے کی طرح اندھا کر دیا ہے۔

پیارے دوست آؤ۔ کہ ہم اس مکر و فریب کی دنیا سے دائمی کنارہ کشی اور ابدی علیحدگی اختیار کریں، کہ یہاں کے باشندوں کا زہریلا تنفس ہمارے نخل زندگی کو خزان کے جھوٹوں کی طرح فنا کر رہا ہے۔

یہاں کی کلوق ہمارا مضحکہ اڑاتی ہے اور ہمارے خوابوں پر مسکراتی ہے! ہم کو خواب پرست کہتی ہے۔

آہ! یہاں ڈر ہے کہ فرشتہ موت کی بھیانک انگلیاں ہمارے دامن حیات کو چاک کر دیں گی۔

اس لئے چلو کہ یہاں سے بھاگ نکلیں۔ اور اپنا پیدائشی راستہ تلاش کریں۔ بہار کی کسی پرکسون رات میں اپنا سفر شروع کر دیں گے۔

نہ آرام سے غرض نہ سکون سے واسطہ کاجلی سے علیحدہ سستی سے معرا، دنیا الجھنوں، حیات کی فکر سے مبرا۔ ہم اپنا مقدس سفر طے کریں گے۔

دوست! ہم سیاہ گنجان صحراؤں پر سے ہوا کے عظیم الشان جھوٹوں کی طرح گزر جائیں گے۔

بڑے بڑے لامتناہی، اور موجیں مارنے والے اود سے سمندروں کو طوفان کے تیز رفتار وحشی بادلوں کی طرح عبور کریں گے۔ چوڑے چوڑے میدانوں، لمبے لمبے ریگستانوں اور دشوار گزار وادیوں، ناہموار اور سنسان دریائی راستوں کو پیماک درونوں کی طرح طے کر لیں گے۔

چاند کے قریبی ملکوں سے اس کو بچا کر اس طرح نکل جائیں گے، جیسے کوئی سیر و سفر کا عاشق فرشتہ رات کے وقت انسانی نظروں سے دور فضاؤں میں آسمان کی طرف اڑ رہا ہو۔

سورج کے پاس سے اس برج گزر جائیں گے جیسے کوہ آتش فشاں پر کوئی ہونی کشتی اڑ رہی ہو۔

اس وقت، دوست، اس وقت آزادی ہمارے قدم چوم رہے ہوں اور دست استقلال ہمارے سروں پر ہوگا۔

راستے میں ہم کو فرشتوں سے ملنے کا اتفاق ہوگا تو ہم ان سے سوال کریں گے کہ وہ سرزمین کہاں ہے جہاں روحوں کی آزادی دلوں کا اطمینان نصیب ہوتا ہے؟ ہاں کے باشندے ہمدردی کے لہجوں میں گفتگو کرتے ہیں۔

ہمارے اس سفر میں ہمیں بہت سی شہد کی مکھیاں بھی ملیں گے کہ وہ ریلے پھولوں کی تلاش میں دور دور کے ملکوں کو نکل جاتی ہیں۔ ہم ان سے اپنا راستہ دریافت کریں گے کہ ہماری وہ دنیا کدھر ہے جہاں کی ریت پر نجات کے مقدس دموں کے نشان منقش ہیں۔

ہم بلبلوں سے بھی اس مسئلہ کو حل کرائیں گے کہ ہمارا وہ ملک کس طرف ہے جہیں بڑوں پر فرشتے اپنے چمکیلے جسم سمیت غسل کرتے ہیں اور جہاں چڑیاں سریلی آواز میں زندگی کی مٹھاس کو نظم کرتی رہتی ہیں۔ جہاں کی فضاؤں میں ارغنون کا سا سریلہ شور ملا رہتا ہے اور روحیں برطب پر رقا زوری کا راگ بجاتی ہیں۔

ہم بہار کے بادلوں کو اپنا ہمنوا مقرر کریں گے۔ انہیں کے ہمراہ اپنے اس حقیقی وطن کی جستجو میں نکل پڑیں گے۔ جہاں کے بادل پریوں کے پروں کی طرح رنگین پھولوں کی پگھڑیوں کی طرح مہیں ہوتے ہیں۔

ہم بہار کے بادلوں کو اپنا ہمنوا مقرر کریں گے۔ انہیں کے ہمراہ اس حقیقی وطن کی جستجو میں نکل پڑیں گے۔ جہاں کے بادل پریوں کی طرح رنگین اور پھولوں کی پگھڑیوں کی طرح مہیں ہوتے ہیں۔

وہ سرزمین جہاں کسانوں کے کامیاب گیتوں میں ترقی کا ایک راز پوشیدہ معلوم ہوتا ہے۔ جن کی بھیڑیں دودھ سے اور کھیتیاں اناج سے لبریز ہوتی ہیں۔

اس جگہ ہماری زندگی کا آفتاب آسمانِ شعریت سے کبھی غروب نہیں ہو سکتا۔

یہی ہمارا ابدی وطن ہے!

اور سی کو لوگ شاعروں کی سرزمین کہا کرتے ہیں۔

## گرمی

کالے کالے بھونرے پھر کنول کے پتوں کے نیچے جھانک جھانک کر دیکھنے لگے۔ اور سرسبز طوطوں کی سرخ چونچوں میں اودے اودے شہتوت آ رہے ہیں۔

اونچے اونچے پہاڑوں پر اب وہ سرسبز نظر نہیں آتی۔ اس کی جگہ اب بادامی رنگ کی گھاس اگی ہے۔

جنگلوں کے ریلے پھولوں پر شہد کی مکھیاں گیت گارہی ہیں اور بکرین پہاڑوں کے دامن میں سوکھی گھاس چباتی نظر آ رہی ہیں۔ گرمی کے دن آ گئے۔

وہ دن جو شاعر کے خواب کی طرح چمکیلے اور مشک کی طرح گرم ہوتے ہیں اور معبود معلوم ہوتا ہے کہ یہ روشنیاں پیدا ہونے کے دن ہیں!

کہ ہر طرف ایک محبوب نوبرس رہا ہے۔ جیسے در فردوس پر برس رہا ہے۔

گہرے نیلے آسمانوں سے ایک روشنی پھٹ پھٹ پھوٹ کر نک رہی ہے جو سمندر پہاڑ جنگل اور پوری سرزمین کو چمکا رہی ہے۔ گرمی کے دن آ گئے!

پھر آفتاب بلند ہو ہو کے چمکے گا۔ پھر خرگوش جنگلوں میں خوش ہو ہو کر ناچیں گے۔

دوست دیکھو گرمیوں کے شفاف آسمان پر ستارہ کیسا جگمگا رہا ہے جیسے کمن ہرن کی آنکھ میں روشنی کانپ رہی ہو۔

خوبصورت پرندوں کے پروں پر سورج کی تیز کرنیں کسی پھسل رہی ہیں! جیسے ہلکی ہلکی برف پر سے پھسل رہی ہو!

گرمی کے دن آ گئے ہر طرف ایک نور کا دریا لہریں مار رہا ہے!



## انسان کے سائے سے

مجھ سے غمگین لہجے میں یہ نہ بیان کر کہ ہم یہاں فنا کے لئے آئے ہیں! میں نے کبھی فنا کی نظم ہی نہیں پڑھی! فنا کے ہاتھوں سے مجھے نہ ڈرا، مجھے قبر کے سرد اور تاریک گڑھے اور اس کی ہولناک تنہائی سے کوئی دلچسپی ہی نہیں! میرا ضمیر بقا کی پاکیزہ سرزمین پر ایک دائمی روشنی سے ہمکنار رہتا ہے!

آہ! یہ مجھ سے نہ کہہ کہ روزِ روز لہجہ بہ لہجہ آنے والا سانس کی دن اک ابدی سکوت میں ڈوب کر ساکت ہو جائے گا۔ مجھے آنے والے دن کی وحشت ناک اطلاع سے جبے دل نہ کڑا اور مجھ سے غمگین لہجے میں یہ نہ بیان کر کہ ہم یہاں فنا کے لئے آئے ہیں! مجھے اس کا یقین ہی نہیں آتا، میری آنکھیں اس لئے نہیں ہیں کہ ظالم موت انہیں بند کر دے! نہ دھڑکنے والے دل کے احساسات مجھے اس لئے دیئے گئے ہیں کہ فنا کے سرد ہاتھ ہانپیں یکلخت گھڑی کی سوئی کی طرح اپنی جگہ ٹھہرا دیں! اس کی انگلیوں میں قوت ہے تو وہ صرف یہ کر سکتی ہے کہ میری روح کو جسم سے اور جسم کو روح سے ٹہنی سے گلاب کی طرح علیحدہ کر دے۔

تو یہ کوئی عجیب بات نہیں! اس سے میری روح کی روشنی پر تاریکی تو مسلط نہیں ہو سکتی۔ میری آنکھوں کو وہ کبھی بند نہ کر سکے گی۔ میرے محسوسات و جذبات کو وہ سلب نہ کرے گی۔ وہ ناکام واپس چلی جائے گی، گرم رات کے جگمگانے والے تارے پر جب بادل کا چھوٹا سا کلاز مسلط ہوتا ہے تو اگرچہ اس کی کرن زمین سے غائب ہو جاتی ہے۔ پر اس کی روروشنی کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ بادلوں کے پیچھے بدستوں رقصاں رہتی ہے! اس طرح میری روح ستاروں کے پیچھے مسکرایا کرے گی۔ ہاں میری زندگی کے آسمان پر موت کا بادل مسلط ہو جائے گا، اور میرا جسم بادلوں میں چھپے ہوئے تارے کی طرح نظروں سے غائب ہو جائے گا۔ اس لئے مجھے غمگین لہجے میں یہ نہ بیان کر کہ ہم یہاں فنا کے لئے آئے ہیں۔



## زندگی

جب خزاں کے بادل پہاڑوں سے ٹکراتے ہیں تو ان سے ایک مہیب آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ نیچر سے اپنی زندگی کے مسئلہ پر بہ جبر و در یافت کر رہے ہیں۔ کہ زندگی کیا ہے؟

مجھے تو سمندر کی ان شورش انگیز موجوں میں بھی زندگی کا ایک راز پوشیدہ معلوم ہوتا ہے؟ میں اکثر پوچھتی ہوں کہ زندگی کیا ہے؟

آہ زندگی جس کے نام ہی میں اک سوز ملا ہوا ہے!

اک دفعہ بلبل کہیں دور گا رہی تھی مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ آسمانی ہوائی سلطنتوں پر بیٹھی زندگی کے متعلق اظہار رائے کر رہی ہے۔

مگر میں پھر بھی نہ جان سکی کہ زندگی کیا ہے!

بعض اوقات میں سوچتی ہوں کہ میں زندگی کی گمشدہ منزلوں اور حیات کی ناہموار گھاٹیوں کو کیوں کر طے کروں گی۔ اللہ! میں تنہا کیوں کر طے کروں گے؟

جب یاسمین کی مردہ کلیاں بہار کی ہواؤں سے زندہ ہونے کی کوشش کرتی ہیں اور چاند کی نرم روشنیوں سے اناج میں ایک مٹھاس پیدا ہونے لگتی ہے تو میں پوچھتی ہوں کہ لرزش حیات کے کیا معنی ہیں؟ زندگی کسے کہتے ہیں؟

پر آہ! اے میرے معبود! مجھے کوئی سمجھانے کا کہ زندگی کیا ہے!

سورج حنا کی میانہ قد جھاڑیوں کے پیچھے ڈوب گیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ارغنون کا شور بھی کم ہوتا جاتا ہے۔ فضا پر ایک سکوت مطلق طاری ہو رہا ہے۔

آہ زندگی کیا ادا اس منظر ہے!

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتوں کے نزول کا وقت ہے۔ مگر میں سوچتی رہ گئی کہ زندگی کیا ہے۔





## اے میری محبوب لڑکی

اے میری محبوب لڑکی! تو اپنی بات چیت کے انداز کو بدل دے!

تیرا بے ساختہ لہجہ اور کھڑے طریقہ گفتگو دنیا کو غلط فہمی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دیکھ! ہر نی کسی مظلوم ہوتی ہے! پر بعض اوقات وہ بھی اپنے اپنے بچے کو زخمی ہوتا دیکھ کر خوفناک شیرنی کی طرح بپھر جاتی ہے۔

پر ترے مسلسل بھولے بھالے جملے لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرتے ہیں۔

بلبل کا حلاوت آمیز گیت دلوں کو لبھا لیتا ہے۔ پر بعض اوقات اس کے غمناک سروں میں انسان کو ایک تلخی محسوس ہوتی ہے۔ کہیں تیرے حلاوت بھرے فقرے لوگوں کے دلوں میں غلط فہمی نہ پیدا کر دیتے ہوں۔

اس لئے میری محبوب لڑکی! تو اپنی بات چیت کے انداز کو بدل دے۔



## کتاب زندگی کا گزشتہ ورق

خزاں کی صبح بادلوں کے میلے کچے پردوں میں سے کائنات کو جھانک رہی تھی۔ ابرو گرد نے موسم کو نہات بے تکلف اور درے وحشت ناک بنادیا تھا۔ ساحلوں پر گردوغبار کا ہلکا سا طوفان آگیا تھا، ہر طرف اک بھیا تک خاموشی برس رہی تھی۔ صرف جنگلوں سے ہواؤں کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔

قبرستان کے تناور درختوں پر فاختا میں بیٹھی، نگہ ازراک گا رہی تھیں۔ کبھی کبھی بحری راستوں سے دریائی طوطوں اور پہاڑی میناؤں کی وحشت خیز چیخیں سنائی دے جاتیں۔

ہوا کی تیزی سے بادام اور انجیر کے اونچے اونچے درخت بار بار جھک کر زمین کا بوسہ لے رہے تھے۔

دور سے ملاحوں اور ماہی گیروں کے سمندری گیت سنائی دے رہے تھے۔

اے معبود! آہ معبود! کیسی المناک صبح تھی۔

ایسے وقت میں نیچے کی مثل میں باغ کے زینے پر تنہا کھڑی، گلاب کی ان ٹپوں کو دیکھ رہی تھی جنہیں ہوا سے سموم نے پڑا کر دیا تھا۔

سامنے نیلے سمندر کی موجیں آسمان سے ٹکڑا رہی تھیں۔ آہ اس وقت مجھے اپنا بچھڑا وقت یاد آ رہا تھا۔

عیش و نشاط کے دنوں کی دلچسپ مگر الم انگیز یاد میرے شیشہ دل کے ٹکڑے ٹکڑے کئے دیتی تھی۔ آہ میرا دل! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میری غمگین روح، میرے بچارے جسم سے علیحدہ ہو رہی ہے۔ آہ میری روح!

میری آنکھ آج سے پانچ سال قبل کے خوشگوار مناظر دیکھ رہی تھی۔

اے دوست! مجھے وہ دن یاد آ رہے تھے جب کہ تم اور ہم بغداد کی شہزادیوں کی طرح ریاست مال شور کے باغوں میں ہرنوں اور خرگوشوں کا شکار کرتے پھرتے تھے۔

ہمارے دراز اور ایشائی حسن و شاعری کے ذمہ دار گھنگریالے گیسو عربی النسل گھوڑوں پر لہرایا کرتے تھے۔ اور ہماری مشرقی حیا

عصمت سے معمور شیاہ سیاہ پر شوق آنکھیں جھاڑیوں کی تاریکیوں میں ڈوب ڈوب کر جانوروں کو ڈھونڈا کرتی تھیں۔

مجھے آج تک یاد ہے کہ ہم کو جانوروں کے شکار کا بڑا زبردست شوق تھا۔

آہ وہ دن گزر گئے۔۔۔ وہ وقت بچھڑ گیا!

ہم دونوں نہروں پر چچا کی نظر بچا کر برنہ پاگھنٹوں مچھلیاں پکڑا کرتی تھیں اور ہمارے بالوں سے بندھے ہوئے نیلی سائٹن کے فیتے ہوا میں اڑا کرتے تھے۔

ہم دونوں وحشی ہر نیون کی طرح باغوں میں بھاگتی پھرتی تھیں آہ وہ دن اور وہ راتیں! آہ ان سرور انگیز ایام کے بعد آج کا یہ دن! سو گوار دن!



itsurdu.blogspot.com

## خیال

کبھی وہ آسمانی گہرائیوں و بلندیوں کے پوشیدہ پتے لگاتا ہے۔

مگر بعض وقت وہ زمین کی ادنیٰ باتیں سمجھنے سے بھی قاصر رہتا ہے اور کبھی کوہ ایورسٹ پر با آسانی چڑھتا ہے۔

مگر اکثر صورتوں میں وہ اک معمولی دیوار بھی پہچان نہیں کر سکتا۔

جب ہماری خلوت پسند روح، سر جھکائے پرسکون ویرانیوں میں بیٹھتی ہے تو یہ اس کے آگے میدان جنگ کے شور و آشوب انگیز مناظر

پیش کر کے اسے بے چین کر دیتا ہے۔

مگر جب ہمارے جسم نفیم کے تیر و تلواریں سے چھلنی ہو رہے ہوتے ہیں۔

تو یہ شور و میدان سے دور دور کھلے پرسکون شاہراہوں پر کھڑا قلعہ لگاتا ہوتا ہے! کبھی اس کی فتنہ زار آنکھیں سونے کی چھپی

ہوئی کانوں کی جگمگاہٹ کو جھانک آتی ہیں۔

مگر اکثر اوقات اس کی اندھی آنکھیں شفاف سطح پر اگر موتی بھی پھینک دیا جائے تو وہ اس کو بھی نہیں دیکھ سکتیں۔



## پوشیدگی

اس شب میں اپنے کمرے میں تنہائی سے حقیقتا کتا گئی تھی! موم بتی جال رہی تھی اور میں غزلیں گاری تھی۔ میری سہیلی نے ایک درتچے سے باہر باغ کو جھانکا کہنے لگی۔

جہنم کی سی تاریکی ہے! مگر اوہ۔۔۔ دیکھو تو! دور افق میں چاند طلوع ہو رہا ہے۔ آہ کتنا بیمار چاند ہے! آؤ ہم ایسے وقتوں میں سوچیں کہ زندگی کیا ہے محبت کسے کہتے ہیں؟

مگر میں زیادہ متوحش ہو گئی۔ بولی۔ ”مجھے پوشیدگی پسند ہے!“

پھر کچھ سوچ کر میں بھی اس کے پہلو میں جا کھڑی ہوئی۔ اور درتچے سے باغ کو اور دھیمی دھیمی ہلکی ہلکی چاندنی کو دیکھنے لگی۔ آہ کتنا دلکش مگر اداس منظر تھا۔

چنانچہ چپ چاپ نکل رہا تھا۔ جیسے روح آہستہ آہستہ جسد کی خاکی سے علیحدہ کر لی جا رہی ہو۔

کائنات می ٹھنڈی ٹھنڈی ہلکی ہلکی ہوا میں چل تھیں اور ان میں ارغنون کا سا سریلا شور ملا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی فرشتہ رات کے وقت سمندر کے کنارے پر ربط بجا رہا ہو۔

کھڑکیوں سے نارنگی کی کلیوں کی تیز بواری تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دریا کی پریاں اپنی خوشبودار پوشاک مں ہواؤں میں اڑ رہی ہوں۔

چاند کی روشنی میں گلاب کے پتوں کا عکس کانپ رہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قدس رو میں چل پھر رہی ہیں۔ میں مردے کی طرح چپ چاپ تھی۔ جب کہ میری سہیلی نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔ تم زندگی کے مسئلہ پر غور کرنے سے پہلے متوحش ہو جاتی ہو! سمجھتی ہو کہ اس کلی پر کوئی تیزی بیٹھی اور اس کی پتھڑیاں منتشر ہو گئیں۔

اس کو عندلیب نے دور ہی سے دیکھا۔

اور یہ پھول فنا ہو گیا۔



مگر اے پیاری روح! تم نے کبھی یہ بھی سوچا کہ دسمبر کی سردیوں میں جب کہ لوگ سردی سے ٹھٹھرے ہوئے آتش دانوں کے ریب بیٹھے ہوتے ہیں تو رات کے وقت آسمان پر وہ درخشاں کلڑا جس کی شاعروں نے تعریف کی ہے چمکتا ہوتا ہے اور بڑے بڑے صحرا اونچے اونچے پہاڑ گہری گہری وادیاں اس کے نور حسن سے ہیرے کی طرح چمکنے لگتے ہیں تو ان کا لطف اٹھانے والا کوئی موجود نہیں ہوتا! حسن جیسے سمندر میں ہیرا چمک کر چھپ گیا ہے غائب ہو جاتا ہے۔

معبود جانے اس لامحدود سمندر میں کتنے حسین موتی ہوں اور کس کو معلوم ہے وہ کیسے خوب صورت ہوں گے؟ ہاں جب کوئی ان کا قدردان پیدا ہو جاتا ہے اور ان کو پنہاں سے عیاں میں لے آتا ہے۔ اور جب یہ مرمیوں کی گردنوں کی زینت بنائے جاتے ہیں تو اس وقت ان کا اصلی حسن بھی نظر آتا ہے۔ جس زندگی بھی ایسی ہی ہے۔

میری سہیلی نے اپنی تقریر ختم کر دی! پر۔۔۔۔۔ غصہ نے مجھے سرخ کر دیا۔ اپنے صندوق کی اور نا تجربی کار ہاتھوں کو میں نے قدرے رحم سے دیکھا۔

آہ بیچاری میں۔۔۔!

میں بولی۔ ”مگر مجھے زندگی کے چہرے سے نقاب الٹنا پسند نہیں آتا۔ اے میری رفیق! میں پوشیدگی پسند ہوں۔“



## دعا

ایک صبح اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ ایک مقدس صبح تھی۔

ابھی سورج نہیں نکلا تھا۔ نیلگوں آسمان پر پچھلے پہر کا چاند مسکرا رہا تھا درتے پتے راہ سے چاند کی زرد روشنی میں مقدس روحوں کا سایہ

اس پر کانپ رہا تھا۔

مگر اس کا سر جھکا ہوا تھا۔

نمازی جاچکے تھے سورج آہستہ آہستہ سمجور کے درختوں پر سے طلوع ہو رہا تھا۔ عبادت گاہ کی ایک کھڑکی کے پاس ایک چھوٹا سا

نظارہ موثر نغمہ گاتا ہوا نکل گیا۔ اور اب بھی اس کا سر جھکا ہی رہا۔ اک فرشتہ صبح کی ہوا میں اڑ رہا تھا۔ وہ اس کی دعا کے انہماک کو دیکھ کر

مسکرا دیا۔ اب اس کا سر خود بخود اٹھ گیا۔



## خزاں کا پتہ

گلاب کے چہرے کو گرد و غبار نے چھپا لیا تھا۔ اور پتوں پر ایک مڑمردگی چھا گئی تھی۔ بلبل کی آواز کسی قریب المرگ کی طرح بیٹھی جاتی تھی۔

اور چشمے کا پانی ملگجا ہو گیا تھا۔

میں خزاں کی اس سنان دو پہر میں صحن باغ کے اک ویران گوشے میں چپ چاپ کھڑی تھی جہاں ایک پڑمردہ خزان رسید پتا سوکھی گھاس پر پڑا دم توڑ رہا تھا۔

آہ معبود! اک الم ناک واقعہ تھا۔

کبھی وہ خزاں کے تند جھونکو سے بچنے کی کوشش کرتا اور اڑ کر کسی گوشہ عافیت کی طرف چلا جانا چاہتا۔

کبھی لڑکھڑا کر اسی سوکھی گاس میں گر پڑتا۔ اوہ مالک! کیسا سرد ناک منظر تھا۔

آہ۔۔۔ میں دیکھ رہی تھی۔ وہ اڑنا چاہتا تھا۔ پراڑ نہ سکتا تھا! جانا چاہتا تھا! پر نہ جاسکتا تھا!

آہ! اے دوست! کیوں ناکام کوشش کرتا ہے؟ تقدیر نے تجھے اس جگہ چین نہیں دیا، تجھے زرد کر دیا، ژمردہ کر دیا اور آخر درخت سے گرا ہی دیا! پھر تو تو کہیں بھی چین نہ پائے گا۔ ہاں کہیں بھی نہیں!

دوست! تو دوسرے مقامات پر کیوں پہنچنا چاہتا ہے؟

تیرا یہ سفر تجھے تیری کھوئی ہوئی مسرت تو دلا نہیں سکتا! گیا ہوا حسن تو لوٹا نہیں سکتا!

ممکن ہے! واٹناے سفر میں کسی کے پانی میں گر پڑے اور نیست و نابود ہو جائے۔ یا وا کے بے رحم جھونکے تجھے شہر کی سڑک پر اڑا لے جائیں اور کئی بے درد راہ گیر تجھے اپنے قدموں سے مسل ڈالے۔

ڈرتی ہوں کہ تیرا یہ سفر تجھے اور مصائب میں نہ پھنسا دے! تو کسی مکان کی کھڑکی میں جا پڑے اور وہاں کوئی معصوم بچہ تجھے تیزی سمجھ کر تجھ سے کھیلنے لگے۔ تو پھر کیا ہو؟

اس لئے یہیں پڑا رہ! اور ان ایام کا انتظار کر جن کا انتظار میں بھی کر رہی ہوں! اے خزاں کے زرد پتے! تیری کہانی میری زندگی سے بہت کچھ ملی جلتی ہے۔

میں بھی تری طرح غل دنیا کا اک خشک اور زرد برگ ہوں جس کو خزاں کی ظالم ہوا عیش و امید کی جگہ سے اڑا کر تکالیف و صبر کے مقام پر لے گئی ہے۔

لیکن میں تری طرح جلد باز نہیں ہوں۔

میں وہیں پڑی ہوئی ہوں۔ جہاں قدرت کے دراندیش ہاتھوں نے مجھے پھینکا ہے۔

اور یہاں ان ایام کا انتظار کر رہی ہوں کن کا تجھے بھی انتظار کرنا ہے؟

آ۔۔۔ اے میرے رفیق! آ۔۔۔ کہ ہم دونوں اس سنان گوشے میں پڑے بہار کے آنے کا انتظار کرنا شروع کر دیں!





## سادگی

دوست، مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ چشمے کے شفاف پانی، اور انگور کی کہہ شراب میں کیا فرق ہوتا ہے؟  
 بھلا تو نے کبھی غور بھی کیا کہ تالاب کی ان چھوٹی چھوٹ مچھلیوں کے پروں کے رنگوں اور کہکشاں میں چمکنے والے ننھے ننھے  
 تاروں کی روشنیوں میں کتنا فرق ہوتا ہے؟  
 شیریں ترس! آگ کے گرم گرم قطروں اور شمع کی نرم نرم بوندوں میں کبھی تو نے کوئی فرق محسوس کیا؟  
 جب ان گیتوں کو بجانے کے لئے ترے برہٹ کے تار شکستہ ہیں تو پھر بھلا اس پر زندگی کا راگ کیا بج سکے گا۔



itsurdu.blogspot.com

## جدائی

گزشتہ دنوں کی بات ہے کہ جب کبھی میں درپے سے اپنے نیلگوں سمندر کو جھانکتی تھی، تو میرے بے ترتیب تنفس میں ایک ترتیب آ جاتی تھی میرے مچلے ہوئے انداز میں ایک سانس کی پیدا ہو جاتی تھی اور لوگ کہتے ہیں کہ میرے سکوت پسند لبوں پر ایک خفیف سا تبسم گھنٹوں جنبش کرتا دکھائی دیتا تھا! مگر آج یہ بات نہیں ہے۔

آج سمندر کی ان کالی سفید موجوں میں بڑی عجیب بات تو یہ ہے کہ ان کی روانی کے ساتھ ہی ساتھ یہ میرا دل بھی دھڑک رہا ہے۔

اللہ آخر کیا رمز ہے؟

پہلے جب میں سفید بادبانوں والے اونچے اونچے جہاز کو دیکھتی تھی، تو مسرت سے گلابی گلابی ہو ہو جاتی تھی اور میری سیاہ آنکھیں فوراً اسباط سے ستارے کی طرح جگمگانے لگتی تھیں اور ان سیاہوں کی زبردست قسمت پر حسد و رشک سے آہیں بھرا کرتی تھی، جو ان جہازوں میں سفر کرتے تھے۔ مگر آج یہ بات نہیں ہے۔

آج..... میں ان بادبانوں سے ڈرتی ہوں۔ اور زد ہو جاتی ہوں۔

پچھلے دنوں بندرگاہ کی برقی روشنیاں مجھے تقدیر کی فطرتی چمک یاد دلاتی تھیں۔ مگر آج یہ بات نہیں ہے۔ آج..... میں ان کو غول بیانی سمجھتی ہوں اور ان روشنیوں پر سوال کی اندھیری راتوں کو ترجیح دیتی ہوں۔ بات یہ ہے، دوست! بات یہ ہے کہ اس دفعہ تم ہم ضرور بچھڑ جائیں گے۔ اوہ معبود۔۔۔۔۔ جدا ہو جائیں گے! اف کس غضب کا منظر ہے! جہاز ساحل سے آہستہ آہستہ جدا ہو رہا ہے۔ گویا روح جسم سے کھینچ لی جاتی ہے۔ اور اور تمہارے پیچھے دنیا ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے جسم بے روح!



## یادگار صبح

آخری صبح ہوئی!

وہ میری زندگی کی اک یادگار صبح تھی! اس صبح میں نے ایک گہری سبزی مائل نیلا سمندری لباس پہنا جس کے پہلوؤں میں سمندر سینپ اور مصنوعی موتی لکے ہوئے تھے۔ موسم کی رنگینوں نے میرے چہرے پر ایک قدرتی سرک رنگ مل دیا تھا اور میرے لبوں پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ میں نے اپنی سرخی مائل سیاہ زلفوں کو بھی سنہرے فیتے سے باندھ دیا تھا تا کہ وہ میرے انتقال کی پرکیف گھڑیوں میں مجھے اور زیادہ پریشان نہ کر دیں۔

میں درپچے سے جھانک رہی تھی۔ سامنے سمندر لہریں مار رہا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی اودی اودی اور سفید سفید موجیں افق آسمان سے سرکلر کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

میری نظریں اس لامتناہی اودیلاب میں تمہارے جہاز کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ جو کوئی دم میں آنے والا تھا کوئی دم میں آئے گا۔ اے میرے خدا۔

میں نے جھانک کر باغ میں دیکھا۔

خادمہ دوپہر کے کھانے کے لئے موٹی توڑ رہی تھی۔ اس نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ میں نے ایک انداز سے اپنا سر جھکا لیا اور اپنی مسکراہٹ کو طلسمی مسکراہٹ کو غائب کر دینے کی کوشش کی۔ پر میں برابر مسکراتی رہی۔

اس صبح مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میری روح ایک طویل قہقہہ ہے!

خادمہ کے ساتھ ہی ساتھ شریر پرند بھی شمشاد اور بید مجنوں کے درختوں پر بیٹھے چھیڑ چھاڑ کے گیت گارہے تھے اور سرخ گلاب میری بے چینیوں بے ساختگیوں کو دیکھ کر آپس میں سوگوشیا کرتے معلوم ہوتے تھے۔ فوارے کے پانی میں مجھے ”خوش آمدید“ کے ترانے سنائی دے رہے تھے۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جہ تمہاری واپس پر دنیا کی ہر شے مجھے مبارک باد دے رہی ہے!

درپچوں کے پاس ہواؤں میں ارغنون کا سریلہ شور سنائی دے رہا تھا۔ دنیا مجھے خواب و افسانوں کی سرزمین معلوم ہوتی تھی۔

اس صبح میری وارفتگی اور شوق انتظار کا اندازہ لگا کر میری خادمہ نے بھی بڑے بڑے چاندنی کے گلدانوں میں نرگس کے پھول جا بجا کمروں کے کونوں اور دیر چوں کے کنروں پر سجادیئے تھے اور میرا بہترین رفیق کتا دروازے میں بیٹھا اپنے محبوب مہمان کا انتظار کر رہا تھا۔ یہ ساز و سامان دیکھ کر مجھے تو گمان ہوا کہ شاید فردوس میں ہونے والی صبح کا سایہ میرے ننھے سے شیریں گھر پڑ پڑ رہا ہے۔ میں بار بار درتپے سے سمندر کو دیکھ رہی تھی۔ مجھے جہاز کا انتظار تھا۔ ہاں تمہارے جہاز کا!

چند لمحے گزرے، ہلکی ہلکی دھوپ سمندر کی عظیم الشان موجوں کو سنہرا کر رہی تھی۔ دور افق میں دفعتاً مجھے تمہرے خوبصورت جہاز کا بادباں نظر آیا!

دور۔ بہت دور۔۔۔ ساحل سے دور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میری تصویر پانی کی لہروں پر تیر رہی ہے۔ اور آہستہ آہستہ ساحل کی طرف بڑھتی چلی آتی ہے۔ آخر تمہارا جہاز بندرگاہ میں آ گیا۔

اب مجھے دنیا ایک باجہ معلوم ہوتی تھی۔ ایسا باجہ جس حرف انبساط اور شوق ہی کے راگ کھلتے تھے اور بس!

مجھے اب تک وہ صبح یاد دگا رہی ہے! خوبصورت مسافر! کھو آ کر تمہارا جہاز مشرقی ساحلوں پر آ لگا۔





## سیاحوں کی زبردست قسمت

میں صبح کے وقت اپنی زندگی نہ ہونے والا خواب دیکھتی ہوئی بیدار ہوتی ہوں۔ اور مجھے یہ نیلا لامحدود سمندر ہر روز گرجتا ہوا سنائی دیتا ہے۔

اور ہر شب میں اس کی بھیا تک آواز سنتی ہوئی سو جاتی ہوں۔ آہ! میں مشرقی ممالک کے اس سنسان ساحل پر زندگی کے ایام خاموشی سے بسر کرنے کے لئے پھینک دی گئی ہوں۔ جس پر آفتاب انگارے کے ٹکڑے کی طرح بارہ مہینے چکا کرتا ہے۔ میں نے کئی دفعہ دور افوق میں۔۔۔ خوبصورت بادبانوں والے بڑے بڑے جہاز گزرتے ہوئے دیکھے! مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے ایک نیلی لکیر پر کوئی بڑا سا فرشتہ اپنے نورانی بازو پھیلائے ویرانوں کی طرف چلا جا رہا ہے۔ اکثر اوقات میری مایوس نظریں جہاز کے ان سفید سفید بادبانوں پر گڑ گڑ گئیں۔

آہ معبود! میں اس تنہائی اور ویرانی میں سمندری چمکیلی ریت اور بحری سیپیوں والی سفید سر زمین پر بیٹھی سیاحوں کی زبردست پر رشک و حسد کی آہیں بھرتی رہ جاتی ہوں اور جہاز بندرگاہ سے نکل کر نہایت سکون اور وقار کے ساتھ سمندر کی اودی گہرائی میں غائب ہو جاتا ہے۔ اور ناکامی! اللہ! کیا آزادی صرف سیاحوں کی قسمت میں لکھی گئی ہے؟

جس وقت میں تفکرات حیات سے بیزار ہو کر پڑمرہ ہو جاتی ہوں، جس وقت میں اپنے سنسان خوابوں کی تعبیر سے متوہش ہو جاتی ہوں اور جس وقت دوستوں کی بے وفائیوں بے اعتنائیوں سے متاثر ہو کر موت کی خواہشمند ہوتی ہوں اور دنیا میرے لئے مصائب و تکالیف کی آماج گاہ بن جاتی ہے تو ایسے وقت میں اکثر سوال کرنے لگتی ہوں کہ نجات کس کی پیشانی پر چمکتی ہے؟

دنیوی الجھنوں سے آزاد کشمکش حیات سے بے پروا ہو کر زندگی بسر کرنے والے سیاح! تم امن و نجات کی موجوں میں خوش قسمت مچھلی بن کر تیر رہے ہو۔ تمہارے چہرے پر سچی مسرت سے جگمگا رہے ہیں اور تمہارے پیشانی پر نجات کی مبارک لکیریں کھینچی ہوئی ہیں۔

تم چلے جاتے ہو۔۔۔ دور نہایت دور۔ سمندر کو عبور کر کے نئے جزیروں سے گزرتے ہوئے خوبصورت آبادیوں کو ڈور سے

دیکھتے ہوئے چلے جاتے ہو۔ تفکرات عالم سے مبرا حیات کی بے قاعدگی سے معرا چلے جاتے ہو۔

ویران ساحلوں کی تنہائیوں میں تم نے شاید اپنی زندگی کا کوئی قیمتی سانس کھو دیا ہے۔ جس کی تلاش میں مسکراتے ہوئے۔۔۔  
مسکراتے ہوئے چلے جاتے ہو۔

اگر یہ سچ ہے کہ دنیا میں آزادی اور بے فکری تم ہی لوگوں کی زبردست قسمت کے لئے وقف کر دی گئی ہے تو کیا تمہارے پاس کوئی ایسی تدبیر نہیں کہ یہ پوری دنیا اک موجیں مارنے والا وسیع سمندر بن جائے اور ہم اپنی زندگیوں کے مضبوط جہاں میں سیاح بنے ہوئے اپنے اصلی وطن کی تلاش میں نکل پڑیں۔



itsurdu.blogspot.com

## بگل کی آواز

### کھیت کاٹنے والی لڑکی کا تخیل

تم جنگلوں میں تلوار بن کر چمک رہے ہو گے! میں سوچتی ہوں تم اس وقت کیا کر رہے تھے۔

نومبر کی ایک سردار لرز نے والی صبح، ایک ادنیٰ شال کندھوں پر ڈالے کھیت کاٹ رہی تھی! اور صبح کا ستارہ جھلملا رہا تھا۔

ہلکی ہلکی چاندنی، ہرے ہرے کھیتوں پر نور کی چادر بچھا رہی تھی۔ ہوائے جنوب کے تیز و شوخ جھونکے، میرے لباس گستاخیاں کر رہے تھے۔ بیل خشکاش کے درختوں اور گیہوں کے زرد زرد کھیتوں میں زور زور سے چھبھا رہی تھی۔

میں سوچتی ہوں، میرے محبوب اس وقت تم کیا کر رہے تھے؟ شاید جنگلوں میں تلوار بن کر چمک رہے تھے!

آج سمندر کی موجیں پچھلے پہر ہی سے ساحل سے زور زور سے ٹکرا رہی ہیں اور حتا کے پھولوں کی تیز بو میرے خیالات کو منتشر کرنے میں کوشاں ہے۔ کسانوں کے سریلے گیت مجھے لبھانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر یہ سب بے فائدہ!

کیونکہ کیا اس پر ربط میں کوئی بھی ایسا تازہ ہے؟ جس کی سریلی تان مجھے خیال محبوب سے جدا کر کے اپنی طرف متوجہ کر سکے۔

غروب آفتاب کے وقت جب کھیت سے میں واپس آ رہی ہوں، تو دھوپ میری نیلی پوشاک کو چمکا کر اس میں سے قوس و قزح کے سے انواع اقسام کے رنگ پیدا کرتی ہے۔

ننھے بچوں کے موسیقی آمیز قہقہے اور نیند کی متوالی چڑیوں کے دل فریب چھپے شام کی ہواؤں میں پھیل جاتے ہیں۔

مگر مجھے ان باتوں میں کوئی دل کشی نظر نہیں آتی۔

ہاں سورج کے ڈوب جانے کے بعد میں ایک ملکوتی راگ۔ فردوسی نغمہ سنتی ہوں، جو مجھے کائنات کی تمام آوزون سے مقدس اور میٹھی آواز معلوم ہوتی ہے اور وہ تمہارے بگل کی آواز ہے۔





## نوجوان جوگی

آہ ہمالیہ کے پتھروں میں ہو کوئی کشش ہے جو تم کو اپنے خواہوں سے جدا کر رہی ہے؟ کیا تمہارے مرمیں جسم پر مشرقی گرم ممالک کی جان لیوا حرارتوں، روح فرسا گرمیوں کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا؟

میں دیکھتی ہوں۔۔۔ کہ تم ان جنگلوں میں اس وقت بھی جبکہ آفتاب نیلگوں آسمان پر دقزخی انگارے کے کٹڑے کی طرح چمکتا ہوتا ہے اور شاہ بلوط کے درخت کا سایہ میرے باغ کی دھوپ گھڑی پر آ جاتا ہے اور موجیں مارنے والا سمندر آفتاب کی آتش کرنوں میں اپنے پانی کو لوہے کی طرح پگھلنے کے لئے نذر کر دیتا ہے اور بکیریاں حرارت و تمازت سے پریشان ہو ہو کر پہاڑوں کے چشموں سے بار بار پانی پیت ہیں اور میدانوں میں ریت کے ٹیلے بہادر مسلمانوں کی عریاں تلوروں کی طرح چمکنے لگتے ہیں۔

تو تم شیر یا چیتے کے چمڑے پر تسبیح گلے میں جامل کے خاک اور راکھ بدن سے مل کر مصروف عبادت رہتے ہو! میں دیکھتی ہوں کہ تم ساون کی اندھیری اندھیری ڈراؤنی راتوں میں بھی جبکہ آفتاب سے ایک نہ ٹوٹنے والے سلسلے کے ساتھ برسات کا شور مچانے والا اپنی زمین میں سوراخ بناتا ہے اور چمک تار یک پہاڑوں کے غاروں سنسان وادیوں اور دیوان وحشت خیز دریا کے راستوں کو بقہ نور بنا دیتی ہے اور ہوا کے زبردست جھونکے جنگلوں میں اس طرح جیسے کوئی فوجی بگل بجا رہا ہے سیٹیاں بجاتے ہیں۔

تو تم اپنے عمر کے بہترین ایام ک عبادت و ریاضت کی نذر کرنے والے! رات رات بھر کسی غیر آ باد گوشے یا خاموش کھنڈر پر اس طرح بیٹھے ہوئے تسبیح پھیرتے رہتے ہو۔ جیسے کوئی جاڑوں کی پر لطف شب میں اپنے دل پسند مصنف کی کہانی پڑھ رہا ہو۔

مشرقی ممالک کے اس خاص حصے میں جہاں ہمالیہ نیلگوں آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ تم نے کوئی چیز دیکھ لی ہے؟ وہاں کوئی ایسی خوش رنگ روشن ہے۔ کون سا چعلہ بھڑک رہا ہے؟ جس میں گر پڑنے، جل جانے، پگھل جانے کا شوق کو اتنے اونچے پہاڑ پر پہنچا دیتا ہے؟





## بلبل کی نیند

آہ کیسی تاریکی ہے۔۔۔ ابھی ابھی بلبل کی آنکھ لگی ہے۔ گویا دنیا کی موسیقی مر گئی ہے۔  
 یہ دیکھ کر دوہی لمحے پہلے جھینگرنے بھی اپنا دلگداز نغمہ ختم کر دیا۔ اور ہوا کبھی کسی سسنان ساحل دو گھڑی دم لینے بیٹھ گئی۔  
 درخت آپس میں دھیمی آواز سے گفتگو کرتے ہیں اور چشمے کے پانی پر ایک سکوت مطلق طاری ہے۔  
 بلبل کیا سو گئی ہے۔۔ گویا نیچر محو خواب ہے۔

مگر شاعر کو نیند نہیں آتی ہے۔ وہ بدستور بیدار ہے۔ میرے دوست! دیکھو تو کیسی سنجیدہ شوخیاں ہو رہی ہیں۔ جنوب کی طرف سے  
 ہوا کا جھونکا دے پاؤں گلاب کی جھاڑیاں میں چلا گیا۔ اور وہاں جھک کر اس سرخ گلاب سے سرگوشیاں کر رہا ہے۔ مرے معبود!  
 گلاب کے کان کیسے تیز ہوتے ہیں!

آہ کیسی جلدی جھومنے لگا! اور ہوا میں معطر ہو گئیں!  
 مگر دیکھو! نیند کا کیسا متوالا ہے! اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔

معطر ہواؤں نے بلبل کو بے چین کر دیا۔ اس نے کروٹ لی اور آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ بیٹھی!  
 افسوس! ابھی رو اس کی آدھی نیند بھی نہیں ہوئی تھی۔

وہ رات کی ان تنہا تاریکیوں میں سرخ گلاب کو ڈھونڈتی ہوئی پہاڑیوں میں چلی گئی۔ آہ دھوکا!  
 اللہ! زندگی میں بھی کیسے کیسے دھوکے دیئے جاتے ہیں۔ ابھی گلاب نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔ وہ صرف ہوا کی شوخیوں سے  
 اپنی شاخ پر جھوم رہا تھا۔ آہ بد نصیب چڑیا!

اس نے ایک چھوٹی سی آہ بھری۔ اور دو آنسو گلاب کے پودوں پر گرا دیئے۔ وہ اپنی نیند پر آنسو بہا رہی تھی۔ اور اپنی ناکامی پر  
 آہیں کھینچ رہی تھی۔

اللہ! کیا بلبل کی قسمت میں بھی شاعر کی طرح رات بھر جاگنا لکھا ہے؟ کیا اس کی زندگی بھی ایک طویل آہ ہے؟

میرے دوست انتظار کرو۔ یہی دوا نسو موسم بہار میں دوسرخ بلا ب بنیں گے۔  
کیسا پوشیدہ راز ہے۔ کیسی اچھی چھپی ہوئی بات ہے۔  
تویوں کہیے کہ گلاب، بلبل کے پچھلے پہر کے دوا نسو ہیں۔



itsurdu.blogspot.com

## ابدی مشغلہ

دفعۃ میری سہیلی نے اپنی لمبی اور موم بیت کے شعلے سی باریک باریک انگلیاں ساز کے تاروں پر رکھ دیں۔

کہنے لگی۔ ”دیکھو! نیچر نے ہر اک کی زندگی کے ساتھ ایک شغل حیات بھی پیدا کر دیا ہے۔ آہ دیکھو تو! سات کے تار گیت کے لئے کیسے بے تاب اور تیار رہتے ہیں! ان کو اپنا ابدی مشغلہ یاد ہے! اور خزاں کا آفتاب کیسی تیزی سے اپنا سر ختم کر رہا ہے۔

اور سردیوں کی صبح میں ننھی ندی کیسے زور زور کے گیت گایا کرتی ہے!

اور رات کی تنہائیوں میں الوا جڑے درختوں اور ویران دیواروں پر کیسے دل خراش لہجے میں بول اٹھتا ہے۔

ان سب کو اپنے ابدی مشغلے یاد ہیں۔ دیکھو! روح کی آنکھیں تاریکی میں بھی فرشتہ موت کو پہچان لیتی ہیں۔

آہ! نیچر نے ہر ایک کو ایک کام تفویض کر دیا ہے ایک مشغلہ دے دیا ہے! پر افسوس! میں نہیں جانتی میرا ابدی مشغلہ کیا ہے؟ اس نے ایک الم انگیز آہ کھینچی ہو طرف موت کا سانسفا تھا۔ اور وہ خزاں کی ایک اداس اور پژمرہ شام تھی۔ دور وادیوں میں سے گزر کر مرغوں کی بانگوں کی مسلسل اور اداس آوازیں آرہی تھیں۔ موسم کے گرد و غبار کے پچھے دور افق میں خزاں کا آفتاب آہستہ آہستہ ڈوب رہا تھا۔ برے موسم نے بلبل کی مسکراہٹوں کو غائب کر دیا تھا۔ دنیا ہمیں ایک بے راگ کا باجہ معلوم ہوتی تھی۔ یا ایک ایسا شعر جس میں نغمہ نہ ہو۔ زندگی اک بے مزہ کہانی معلوم ہوتی تھی۔ یا ایک ایسا خواب جس کی کوئی تعبیر نہ ہو!

اس اداس شام ہم اپنی زندگی کے مشغلے کو بھول گئی تھیں۔ روح کے نغموں کو فراموش کر چکی تھیں۔

آہ! وہ خزاں کی شام! اداس اور بے رونق شام! جبکہ زندگی ہمیں ایک بے مقصد سفر معلوم ہوتی تھی!

دفعۃ میں نے درتپے دے باہر دیکھا۔ باغ کی دیوار کے پاس ایک چھوٹا سے نیلوفر خزاں کی ہواؤں میں جھوم رہا تھا۔ اور زندگی کی سانسیں لے رہا تھا۔

مجھے کچھ یاد آ گیا! دفعۃ یاد آ گیا۔

میں نے سہیلی سے کہا۔ ”مگر سہیلی! زندگی بسر کرنا خود اک مشکل مشغلہ ہے!“

یہ سن کر میری سہیلی کا چہرہ خزاں کے آفتاب کے طرح جگمگانے لگا۔



## گرمیوں کی دوپہر

شہتوت کے درخت کے نیچے پرندہ کس بے قراری سے اپنا بازو پھڑپھڑا رہا ہے!  
اور امرود کے درخت پر قواعد موسیقی سے بے پروا سبز طوطے کیسی بے ڈھنی چٹخیں مار رہے ہیں!  
معلوم ہوتا ہے کہ دوپہر ہو گئی!



itsurdu.blogspot.com



## برسات

وہ دن لوٹ کر آ گئے! جو میرے خوابوں کو بیدار کرتے ہیں!

معبود جانے میرے ان گرم گرم مشرقی ممالک کے شورش انگیز موسم برشگاں میں ہو کیا تاثیر پنہاں ہوتی ہے کہ مینہ کے بڑے بڑے جگمگااتے قطروں اور اودے اودے برساتی بادلوں کو دیکھ کر انسان کے حافظے میں کسی بھولی بھری نظم کے مصرعوں کی طرح اس کے گشتہ فسانہ ہیات کے تمام واقعات تازہ ہو جاتے ہیں!

اور بے بس انسان دو گھڑی کے لئے سر شمین خواب کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے! جہاں اس کو پرانی پانی صورتیں نظر آتی ہیں اور قدیم دل پسند گیت سنا دیتے ہیں۔

اور بے بس انسان۔ دو گھڑی کے لئے سرزمین خواب کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے! جہاں اس کو پانی پرانی صورتیں نظر آتی ہیں اور قدیم دل پسند گیت سنائی دیتے ہیں!

آہ۔۔۔ وہ ایک تخیل پسند روح کے لئے کیا ہی غضب کا وقت ہوتا ہے اکثر ایسا ہوا ہے کہ کسی پچھلی برسات میں اپنے نامکمل ناول کا میں نے ایک باب سوچ لیا تھا یا اپنے کسی افسانے کے لئے افراد کے اخلاق کا اندازہ لگالیا تھا پر صفحہ قرطاس پر ان خیالات کو جوڑنے سے پہلے ہی موسم رخصت ہو جاتا ہے۔ برسات دور کے ساحلوں پر چلی جاتی ہے اور یہ افسانوی خیالات اور رومانوی تخیلات موسم کے بادلوں کے ساتھ ہی گم ہو جاتے ہیں اور معبود جانے کدھر نکل جاتے ہیں کہ پھر دوسری برسات ک ان کا پتہ نہیں چلتا۔

مگر۔۔ پھر جونہیں برسات کی معطر ہوائیں شروع ہو جاتی ہیں۔ بلبل خشخاش کے درختوں پر برساتی گیت گانے لگتی ہیں۔ اور سمندر کی موجوں پر آسمان کے بادلوں کی نیلا ہٹ منعکس ہونے لگتی ہے اور میرا مطالعہ کا کمرہ بادلوں کے سیاہ پردے میں چھپ جاتا ہے تو پھر لفظ بہ لفظ وہ بات یا افسانہ ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے۔

دوست کہتے ہیں (اور یہ شاید ان کا خیال درست ہو) کہ حساس دل اور افسانہ پسند روح 'عطیہ الہی' ہے۔ پر اوما لک! میرے لئے تو یہ حساس دل آج کی بے چینوں کا تہا سبب بنا ہوا ہے!

وہ روئیں واقعی ایسی شگفتہ نصیب ہیں! جو سمندروں کے پتھروں اور مضبوط پہاڑوں کی سی زندگی بسر کرتی ہیں! جن پر زمانے کے گرم سرد جھونکوں کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا! جو ایک حصہ زمین پر گیہوں کے لہلہاتے ہوئے کھیت کا حسین منظر دیکھنے کے بعد ہر اسی مقام پر کچھ دن بعد کیکر کے بے فیض جھنڈ کو دیکھ کر متاثر نہیں ہوتیں! اور جو پچھلے واقعات کو با آسانی بھلا سکتی، بھلا دیتی ہیں! آہ۔۔۔ بد نصیب ہیں!

کیونکہ وہ اک میرا حافظہ ہے کہ جو جانے کہاں کہاں کے قصے اپنے اندر پوشیدہ رکھتا ہے کہ عین خوشی کی گھڑیوں اور مسرت بھری ساعتوں میں اڑدے کے زہر کی طرح خیالات کا اگلنا شروع کر دیتا ہے۔ اچھا تو کیا یہ ہی عطیہ الہی ہے؟ اسی حساس دل پر میرے دوست نازان ہوتے ہیں۔ پروردگار!

سنو! برسات کے دن تھے اور صبح سے شاعر کے سلسلہ خیال کی طرح اک نہ ٹوٹنے والے سلسلے کے ساتھ آسمان سے مینہ برس رہا تھا۔ میں اپنے کتب خانے کے درجے میں بیٹھی ادھر سیر میں، کا مطالعہ کر رہی تھی ادھر میرا حافظہ آج سے چند سال قبل کا میاب زندگی کی ورق گردانی میں مصروف تھا۔ آہ میری تخیل پرست روح!

درجہ کھلا ہوا تھا، سمندر موجیں مار رہا تھا، اور برسات کی نیلی نیلی سمندری موجوں میں مجھے اپنی گزشتہ حکایت زندگی کے مختلف واقعات موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

میں باغ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ بادل برس کر کھل گیا تھا، میں باغ میں ایک میانہ قد امرود کے درخت کے نیچے کھڑی تھی۔ دل اداس ہو گیا تھا۔ کیونکہ بجھڑ ہوا وقت یاد آ رہا تھا۔ اور وقت کے برہم پر پچھلی زندگی کا گیت سنائی دے رہا تھا۔

درختوں پر طوطے بیٹھے امرود کتر کتر کر نیچے پھینک رہے تھے۔ اودے اودے بادل بکھر بکھر کر سمندر کی طرف دوڑے جا رہے تھے۔ ہواؤں میں برسات کی نمی کی بو آ رہی تھی۔ کوئے گھونسلوں کے لئے اپنی کالی کالی چمکیلی چونچوں میں تنکے لئے ایک سے دوسرے درخت پر پھدکتے پھرتے تھے اور کہیں کہیں باغ کے راستوں پر میرے مور اور خرگوش افریقہ کے وحشیوں کی طرح مصروف رقص تھے خوشگوار وقت تھا اور دل پسند ساعتیں۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کائنات ایک کشتی ہے، جو فرصت و انبساط کے دریا میں بیٹی ہوئی چلی جا رہی ہے۔ یہ سب کچھ تھا۔ پر عزیز دوست! میرے ارمان! آہ میرے مردہ ارمان! سانس لینے کی کوشش کر رہے تھے اور میری روح گمنام وادیوں میں بھٹک رہی تھی۔

آہ سچ ہے خیال پرست اور زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعہ سے زیادہ متاثر ہو جانے والی ہستیوں کو کبھی مسرت صحیح یا سکون قلب

نصیب نہیں ہو سکتا۔

تم میری حالت پر رشک کیوں کرتے ہو! پیارے دوست! ہر واقعہ کو یاد رکھنے والی روح قابل رشک زندگی بسر نہیں کرتی۔ یاد رکھو! تم غلطی پر ہو!

دو پہر ہو چکی تھی راستے سنان اور گلیان ویران پڑی تھیں۔ کوئی راہ گیر نظر نہ آتا تھا ہر طرف خاموشی تھی۔ سوائے اس کے کہ کبھی دور سے کسی تھکے ماندے چرواہے کی سریلی تان بھیگی بھیگی ہواؤں میں مل جل کر مجھ تک پہنچتی تھی! یا برسات کی اس اداس پہر میں دور سے مرغوں کی اداس بانگوں کی مسلسل آوازیں آرہی تھیں۔

میں پھر اپنے کتب خانے میں واپس آئی۔ آہ! کیا واقعی اطمینان اور سکون برسات کی ہواؤں میں گم ہو جاتا ہے؟ میں درتچے سے آگے بیٹھ کر سمندر کی موجیں گنتی ہوئی پھر اپنے خواب اور افسانے کی یاد میں مجھو گئی۔ رہ گئی اپنے لئے ایک خیالی دنیا۔

itsurdu.blogspot.com



## کیو پڈ کی روح

کل رات میری خواب گاہ کا دریچہ کھلا ہوا تھا۔ اور چاند کی زرد روشنی میں ایک دلگداز سایہ میرے سرہانے مسکر رہا تھا۔

لوگ کہتے ہیں یہ شاعر کا کوئی دلفریب خواب ہوگا۔ یا عمر خیال کے اشعار کا کانپتا ہوا عکس!

مگر میرے دوست سنو! ایک آسمانی راگ ہوئی گیت سنائی دے رہا ہے! اور ایک نغمہ ہواؤں میں پھیلا ہوا ہے۔

کہیں خوابوں سلطنت میں کسی شعر و نغمے کے عاشق فرشتے نے ارغنون پر اپنا ہاتھ نہ کھدایا ہو! یا کہیں بہار کی دلفریب اور چمکیلی راتوں میں اڑنے والی سمندری نظارے کی شوقین پری کے پروں سے دلگداز آواز نہ آ رہی ہو۔

لوگ کہتے ہیں کہ ان پہاڑوں کے پیچھے کوئی دنیا کا ستم رسیدہ ہوگی بیٹھا ہوا بانسری بجا رہا ہو۔

مگر آہ معبود ایک درد منگ راگ ہے!

کل رات میری خواب گاہ کا دریچہ کھلا ہوا تھا۔

اور چاند کی زرد روشنی میں ایک دلگداز سایہ میرے سرہانے مسکر رہا تھا اور ایک نغمہ ہواؤں میں پھیلا ہوا تھا۔

لوگ کہتے ہیں یہ بہار کے بادل ہوں گے؟ سرسبز پہاڑوں پر بیٹھے آپس میں موسم کی تعریف کر رہے ہوں گے۔

مگر کہیں یہ کسی بچھڑے ہوئے کی درد انگیز پکار نہ ہو۔ کہیں یہ کسی شاعر کے دکھے ہوئے دل کی چیخ نہ ہو۔ کسی بے کس و بے بس کی

کراہ نہ ہو۔

لوگ کہتے ہیں یہ کوئی زمانے کا ستایا زندگی کا دکھی معبود سے کچھ مانگ رہا ہوگا مگر یہ کہیں کسی تنہا اور فلسفیانہ مذاق کے جھیگڑوں کی

سر ملی تان نہ ہو! جو اک دلخراش گیت بن کر میرے نحیف جسم و جان کو لرز رہی ہے۔

کل رات میری خواب گاہ کا دریچہ کھلا ہوا تھا۔ اور چاند کی زرد روشنی میں ایک دلگداز سایہ میرے سرہانے مسکر رہا تھا۔

لوگ کہتے ہیں۔ یہ خوابوں کے شہنشاہ کا عکس ہوگا۔ جو میری نیند پر مسرار ہوا تھا۔

مگر کہیں یہ یاد الہی نہ ہو۔ جو میری غفلت پر شانے سکڑھ رہی تھی۔ کہیں یہ کیو پڈ کی روح نہ ہو جو رات کے سناتے میں شاعروں



کی نیند کو آسانی دے سچے سے جھانکے آیا کرتی ہے۔

دوست، شاید اسی ارغنون کے سے سریلے لہجے اور آ بشار کی سی دگداز آواز میں مجھ سے شاعری کی زندگی کے متعلق کچھ سوال کیا تھا۔ پر آ غفلت! میں نے در سچے سے نیچے وادی کو جھانکا۔ خشخاش اور زیتون کے درختوں کی سیاہی مائل سبز ٹہنیوں پر سے چاند بڑی تیزی سے اوپر کودوڑا چلا آ رہا تھا۔

اور وادی فرشتے کی پیشانی کی طرح منور تھی۔ ہاں ہواؤں میں ایک نغمہ پھیلا ہوا تھا۔

لوگ کہتے ہیں کہ یہ کوئی صحرائی ہوگا جو بین بجا رہا ہوگا۔ یا کسی فوجی کے بگل کی آواز ہوگی جو جنگل کی فضا کر لرزا رہی ہوگی۔

مگر کہیں یہ شریرموجیں سمندر کو گدگد گدگدا کر ہسان رہی ہوں۔

کہیں یہ سمندر کے قہقہے کا شور نہ ہو۔ کہیں یہ تلواروں کی ہنسی کی آواز نہ ہو۔ آہ! دل میں ایک درد اٹھتا ہے۔ کیسا موثر گیت ہے!

میرے معبود! یہ تو ایک ستم رسیدہ بلبل کا نغمہ ہے جو ہارسنگھار کی ایک نازک ٹہنی پر چاندنی میں اپنے پر پھیلائے بیٹھی ہے اور رات کی پرسکون ساعتوں میں ایک الم انگیز گیت گاتی جاتی ہے۔ اور اسی کے پروں کے سائے کو لوگ کیو پڑ کی روح! کیو پڑ کی روح کہتے ہیں! جو چاندنی رات کے سنسان وقت کے سر ہانے مسکرارہا ہوتا ہے!

پیارے دوست! اب سو رہو! دیکھو بہت دیر ہو گئی۔



## شاعر سے

دوست!

کیا بہار کی پری کے بازو ترے خیال سے چھو گئے ہیں؟  
نہیں تو کیونکر اتنا حسین خیال واقع ہوا۔



itsurdu.blogspot.com

## کرن

یہ بادلوں میں سے گزر کر صبح کو ہمار پر اترتی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی فرشتہ معبود کا پیام لے کر اتر آیا۔ پھر کوہساروں سے پھیل کر وہ سمندر کی گرجنے والی غصیلی موجوں پر گرتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے موتیوں کے جزیرے میں کرئی رقص و سرور کی عاشق پری مجور قص ہو۔ پھر وہ ریگستانوں میں پہنچتی ہے اور بہادر عربوں کی عریاں تلواروں پر چمکتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے وہ غنیم کے خون کا ایک قطرہ ہے۔

یہاں کبھی وہ سپاہیوں کی آنکھوں میں شجاعت بن کر چمکتی ہے تو کبھی ان کے تلواروں پر جوش انتقام بن کر! لیکن جب شام ہوتی ہے۔

اور دنیا معصوم ننھے بچے کی طرح تھک کر سونا چاہتی ہے۔

اب سورج کی مکھی کا پھول بھی مسکرا کر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔

تلواریں بھی اپنی میانوں میں سو جاتی ہیں۔

تو پھر یہ کوہساروں پر واپس چلی جاتی ہے۔ جس راہ سے آئی تھی اسی راہ سے گزر کر چلی جاتی ہے۔

پھر آخرد عالم گنتی ہوئی غائب ہو جاتی ہے۔

اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اک مقدس روح، معبود کے آگے سر بسجود ہو گئی ہو۔



## محویت

آسمان پر ہوا شور مچا رہی ہے اور زمین پر ہر وقت ایک ہلچل مچی رہتی ہے میرے اطراف کسی تکلیف دہ شور ہے! اف جنگلوں میں درندے اپنی خوراک کے لئے سرگرداں ہیں۔ اور سمندر میں مچھلیاں اس کشمکش میں الجھی ہوئی ہیں۔ اف! میرے اطراف کیسی تکلیف دہ شور ہے! پر میں ان سب سے علیحدہ زندگی کے راستے پر خاموش کھڑی ہوں!





## جب میں اُداس ہوتی ہوں

جب میں اداس ہوتی ہوں۔۔ اور کھیتوں میں دو گھڑی جی بہلانے کے لئے نکل جاتی ہوں تو میں سوچتی ہوں کہ اللہ! یہ دنیا کے لوگ کیونکر خوش اور شاد کام ہیں جب کہ میں اس درجہ اداس ہوں؟

یہ ہر روز کھیت پر جانے والے اپنے سبز کھیتوں کی کٹائی سے خوش ہو کر مسرت ہو کر مرانی کا راگ گانے لگتے ہیں۔ اور میں ہر روز دیکھتی ہوں کہ ہوائے جنوب کس آزادانہ بے تکلفی کس محبوبانہ انداز سے حنا کی میانہ قد جھاڑیوں سے اٹکھلیاں کر کے حنا کے ننھے ننھے شگوفوں کی خوشبو کو جنگل کے شفاف فضا میں پھیلا دیتی ہے۔

یہ چھوٹی چھوٹی نازک اندام چڑیاں، گرجنے والے سمندر کے کنارے سنان ساحلوں پر بیٹھی کس جوش مسرت سے محبت کے افسانے اور کامرانی کی نظمیں چچ چچ کر گایا کرتی ہیں۔

میں پوچھتی ہوں کہ اللہ! مجھے کسی دن ایسی آزادی اور مسرت کیسے نصیب نہیں ہوتی؟

جب میں برسات کی شورش انگیز صبح میں کھیت میں کام کرنے والی لڑکی کا نقشہ بنتی ہوں۔

جب کسی سنان چاند رات میں کسی ملاھ کا گیت سنائی دیتا ہے جو اپنی کشتی میں بیٹھا گارہا ہو۔

یا کسی فوجی لفٹیننٹ کے بگل کے شوخ آواز سے چونک پڑتی ہوں اور اپنے بربط کے ہر تار میں ایک ارتعاش آمیز سکون میں ایک بے قرار نجات محسوس کرتی ہوں تو بیتاب ہو کر نیچر سے سوال کرتی ہوں۔ کہ اللہ میں اس طرح کیوں نہیں ہو جاتی؟

دو پہر کے دراز ہونے والے سائے میں کس اطمینان سے مولیٰ سبز سبز گھاس چپا رہے ہیں!

اور چرواہے اونچے اونچے پہاڑوں کی پرسکون وادیوں اور درختوں کے گنجان سائے میں بیٹھے بانسری کسی دلخراش بجارہے ہیں؟

اے معبود! میرا دل پوچھتا ہے کہ میں بھی انہی کے مانند مسرت کا اک گیت اطمینان قلب کا اک راگ کسی دن کیوں نہیں گاتی

بجاتی؟ اور امن کا ایک طویل خوبصورت خواب کیسے نہیں دیکھتی؟

مگر نیچر میرے سوال کا کوئی جواب نہیں دیتی! وہ مصر لڑکیوں کی طرح ساکت میرا منہ ٹکا کرتی ہے۔



## برسات کا غروب آفتاب

دنیا کے سائے بادلوں میں چھپ گئے اور روشنیاں تاریکیوں میں غائب ہو گئیں ہوا لہریں اور زمین خاموش ہے۔

کبھی کبھی دور کے راستوں سے کبھی آبی پرند کی تیز اتفاقی سیٹی برساتی گیلی ہواؤں میں مل کر سنان حاصل پر گونج اٹھتی ہے۔

اور کبھی ننھی ننھی لہروں میں سے رہ رہ کر ایک ترنم آمیز دنگل از صدا نکلتی ہے۔ جیسے خواب میں کوئی فرشتہ سر یدلا گیت گارہا ہو۔

سورج آہستہ آہستہ ڈوبتا جاتا ہے۔۔۔۔۔ دوست۔۔۔۔۔ آہ پیارے دوست میرے پرانے ارمان بھیاس کے ساتھ دم

توڑ رہے ہیں۔

سورج پھر ایک دفعہ زندگی کا سانس لے گا۔ مگر مرے ارمان ہمیشہ کے لئے مردہ ہو جائیں گے!

زمین آہستہ آہستہ تاریکی میں ڈوبتی جاتی ہے۔ اور کائنات سے روشنیاں مفقوع ہو رہی ہیں۔

برسات کی شام کالی شام پر پھیلائے دنیا کو اپنی آغوش میں لینے کی کوشش کر رہی ہے۔

لو! سورج غروب ہو گیا۔

برسات کے موٹے موٹے بادلوں میں ڈوب گیا۔ روشنیاں بھی غائب ہو گئیں اور نیا ٹھکے ہوئے مسافر کی طرح رات بسر کرنے

کے لئے ندی کے کنارے بیٹھ گئی۔ شب بخیر!



## سمندر

وہ تو ناواقف ہے جو کہتا ہے کہ تیرے کناروں پر کیا دھرا ہے؟

تیری ان پر اسرار گرجنے والی نیلی نیلی موجوں میں زندگی کا ایک راز پوشیدہ معلوم ہوتا ہے۔

اور تیری ہوا میں دن بھر سکون کا راگ گایا کرتی ہیں۔

بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ آخر نغمی ندی کے کناروں پر کیا رکھا ہوتا ہے؟

سوائے اس کے کہ بانس اور جنگلی سرو کے سر بلند گنجان درختوں کی ٹہنیوں سے دو پہر کی وحشی ہوا میں بے تابانہ سر ٹکرانے کی کوشش کرتی رہتی ہیں۔

اور خزاں کے سوکھے پتے اک دہشت خیز انداز میں اپنی گزشتہ بہار زندگی کی یاد میں نوحہ الاپتے رہتے ہیں۔

اور رات کی بھیا نک تاریکی میں وہ جھینگڑ کے ڈروانے گیت اور غیر شاعرانہ راگ سانپوں کی خطرناک سرسراہٹ کی آواز، نغمی ندی کے

اطراف کی جھاڑیوں کی ہواؤں میں جل جل کر ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے وحشی راگ ہواؤں میں گونج رہا ہو۔

شاعر ایسی جگہ کبھی سکون حاصل نہیں کر سکتا، کبھی زندگی کی اس پوشیدہ حیرت کو پہچان نہیں سکتا، کبھی روح کے کھوئے ہوئے راز کو

جان نہیں سکتا۔

برخلاف اس کے۔۔۔ اسے سمندر!

تیرے چمکیلے کنارے اور جگمگاتی ہوئی فضا پر صدیوں سے ایک افسانوی سکوت اور فلسفیانہ خاموشی طاری رہتی ہے۔

ہاں ایک ایسا آرام دہ سکون۔۔۔ جس میں روح کے لئے نشاط ہے۔ اور خیال کے لئے حسن و خوبصورتی۔

ایسا مولوم ہوتا ہے کہ تیری ان گرجنے والی موجوں میں کوئی قدیم زمانے کا فرشتہ بیٹھا کیو پڈ اور ساگی کی کہانی دہرا رہا ہے۔

میں تو ہمیشہ یہی محسوس کرتی کہ تیری ان پر جلال موجوں میں افسانوں کے لئے ایک ہمدردی شادروں کے لئے محبت و پیار موجود

تیری چمکیلی سیپوں اور خوبصورت پتھروں والی ریتلی سرزمین پر شاعروں کی تقدیر لکھی گئی ہے۔

یقیناً میری تقدیر کا ستارہ بھی تیرے آسمانی کناروں پر جگمگا رہا ہے! بہ سمندر کا کنارہ ہو جگہ ہے جو افسانوی زندگی کے شیدائیوں اور خواب پرستوں کو مکروہات دنیوی اور تکالیف حیات سے نجات دلا دیتی ہے۔

میں بچپن سے یہ ہی سنتی آئی ہوں کہ تیرے کناروں پر ایک حیرت پوشیدہ رہتی ہے۔ دوست آؤ ہم اس سنسان ساحل پر زندگی کے راز کو پہچاننے کی کوششیں شروع کر دیں۔



itsurdu.blogspot.com



## شاعر کی آرزوئیں

کاش۔۔! جب سیا گھٹا اپنے دامن میں مینہ کے وزنی قطروں کو لے کر نیلے آسمانوں پر چھا جاتی ہے اور بجلی کی باریک لکیروں سیاہی میں تڑپ اٹھتی ہے تو میرا جی پھل جاتا ہے!

اے کاش! میں ان سیاہ بادلوں کے پیچھے جھانک۔ جہاں یقیناً راز اور Romance کی دنیا آباد ہے! مجھے شبہ ہے کہ بہار کی سریلی ہوائیں جب شور چماتی ہوئی درختوں کی ٹہنیوں کو مس کرتی ہیں تو یقیناً وہ اس وقت اپنے محبت کے راز کے متعلق ان سے سرگوشیاں کرتی ہیں۔ میرا جی پھل جاتا ہے۔

کاش۔۔۔ میں ان ہواؤں میں تحلیل ہو جاتی اور سن سکتی کہ وہ سہرپتوں سے کیا کہہ رہی ہیں۔  
جب زرد سورج شام کے وقت مغرب میں جا کر غائب ہو جاتا ہے تو ایک مدت کے یہ تمنا میرے دل میں چٹکیاں لیتی ہے۔ میرا جی پھل جاتا ہے۔

اے کاش۔۔! میں بھی تھوڑی دیر کے لئے اس کے ساتھ مغرب کی ان پراسرار گھاٹیوں میں چھپ سکتی اور دیکھ آتی کہ سورج کی دلچسپی کا وہاں کی باعث ہے کہ صبح تک لوٹنے کا نام نہیں لیتا!  
آہ یہ سب میری آرزوئیں ہیں۔



## لمباراستہ

اب مجھ سے چلا نہ جاتا تھا۔

جب پہلے پہل میں نے چلنا شروع کیا تھا تو وہ صبح کا وقت تھا پھولوں پر ایک تازگی تھی اور میری روح میں شگفتگی۔  
شگفتگی بھی ایسی۔ کہ میرا خیال تھا اس پر پشیم دگی چھائی نہیں سکتی! مگر میرا خیال محض ایک انسانی خیال تھا!  
چنانچہ غلط ثابت ہا۔ کیونکہ کچھ دیر بعد مجھے محسوس ہوا کہ انگور کے باغوں اور گہیوں کے کھیتوں پر ایک ٹکان برس رہی ہے۔  
مگر میں کرتی کیا؟ اور اگر چہ تھک گئی تھی پر برابر چل رہی تھی۔

گھر دور تھا! مجھے سوائے ریتلی ناہموار زمینوں اور دور دور تک پھیلے ہوئے نیلے نیلے آسمانوں کے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ اور اگر کچھ دکھائی دیتا تھا تو وہ صحرائی دردلوں کے پاؤں کے نشانات تھے جو جنگل کی رات پر منتقل تھے۔  
مجھے کسی قسم کا احساس نہ تھا۔ اور اگر کچھ احساس تھا تو یہ کہ میں اپنی روح میں ایک نامعلوم ٹکان محسوس کر رہی تھی۔  
اللہ! ایک عجیب سفر تھا! کیسا طویل راستہ۔

یہ سفر دلچسپ تو تھا پر ساتھ ہی نہایت خوفناک اور پرخطر۔

اور یہی اصلی وجہ تھی کہ اب میں اپنے سفر سے اکتا گئی تھی۔

میں سام ہونے سے پہلے اس مقام پر پہنچ جانا چاہتی تھی۔ جہاں سے صبح کو نکلتی تھی۔

اتفاقاً سورج ڈوب گیا۔ انگور کی بیلوں پر ایک ہوشربا بادھی چھا گئی! اب مجھ اپنا گھر کچھ فاصلے پر صاف نظر آ رہا تھا۔

شام ہو گئی۔ تاریکی ہر طرف پھیل گئی اور میں اپنے گھر کے زینے پر چڑھ رہی تھی! اور آخر آخری زینے پر پہنچی۔

پہنچ گئی! اور میری روح مسکرا رہی تھی اور میں اس میں پھر سے شگفتگی محسوس کر رہی تھی!



## سنہری زلف

پراسرار مشرقی ممالک کا گرم بڑا سا آفتاب کھلے ہوئے نیل گوں آسمان پر چمک رہا تھا۔

اور وہ موسم گرما کی ایک نہایت ہی چمکیلی شام تھی۔ میں سرخ گلاب کے باغ سے گزر کر برآمدے میں آ گئی۔ سامنے کوش پر یاسمین کے چند پھول بکھرے ہوئے تھے۔ دو گھڑی میری سیاہ آنکھیں ان کی پنگھڑیاں میں جھانکتی رہیں۔ اور پھر میں پردہ ہٹا کر ہال میں آ گئی۔

میری سہیلی کے کمرے کا دروازہ نصف کھلا ہوا تھا۔ کچھ کچھ دکھائی دے رہا تھا کہ وہ قد آدم آئینے کے آگے چپ چاپ کھڑی اپنی دراز سنہری زلفون میں کنگھی کر رہی ہے۔

وہ تنہا تھی۔۔۔ بالکل تنہا۔ صرف ایک بوڑھی خادمہ کمرے کے پرلے سرے پر ایک چا پانی درتچے کے آگے کھڑی اس کے لمبوسات تہہ کر کے الماری میں رکھ رہی تھی۔

گرم ممالک کے سورج کی زرد روشنیاں اس کے گہرے نارنجی رنگت کے بادلوں میں موٹا گایان کر رہی تھیں۔ اس کے ہونٹ اور آنکھیں بے حس و حرکت تھیں۔ جب کہ میرے ہونٹ اور آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔ مسکرانے کی خواہشمند تھیں۔

میں چپ چاپ کھڑی ملاحظہ کرتی۔ وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ اور درتچے کے پاس موسم گرم کا ایک پرندہ شست حرارت سے اپنا بازو پھڑپھڑا رہا تھا۔

اس سکوت مطلق میں پرندے کے بازو کی آواز نے ایک ارتعاش پیدا کر دیا۔ میری سہیلی دفعتاً مزی۔ اس کے سنہرے بال اس کی پشت کو چھپا رہے تھے وہ کچھ دیکھنا چاہتی تھی۔ اس نے دیکھ لیا۔ سکوت ایک طویل مسکراہٹ میں مبدل ہو گیا۔ کمرے کا دروازہ بغیر کسی آواز کے کھلا۔ اور خادمہ آہستہ آہستہ باہر چلی گئی۔

## گیت

دیکھ، سورج ڈوب گیا۔ اور اپنے پیچھے سیاہ پردے کھینچ دیئے، مخلوق نے آنکھیں بند کر لیں، اور کائنات سکوت کی آغوش میں بہوش ہو گئی، ایسے وقت میں اک گیت گا ایسا گیت، جو میری زندگی کو ایسا چمکلا بنا، جیسا کیس اونچے پہاڑ کے پیچھے جگمگانے والا ننھا سا تارا، جو سب کی نظروں سے اوجھل ہوا، اپنی زندگی پر قہقہے لگا رہا ہو۔

ایسا گیت گا جو میری روح کو ایسا پھول بنا دے، جو موٹے موٹے سبز پتوں کے نیچے گنجان بیلوں کے سائے میں، گلچیں کی ظالم انگلیوں سے بے خطر آرام و سکون کی زندگی بسر کر رہا ہو اور اپنی حالت پر نازاں ہو، یاں ایسا گیت گا۔۔۔ جو میرے دل کو اس زمین کی طرح سخت کر دے جس کو کیکرے سکے خاردار اور بے فیض جھنڈے اور گلاب کے نازک پودوں میں کوئی فرق محسوس نہ ہوتا ہو۔۔۔ تاکہ زمانہ کی انگلیاں میرے ربط حیات پر کچھ غم و الم، کبھی امید و انبساط کے گیت بجائیں اور مجھے ان کی تلخی اور حلاوت محسوس نہ ہو۔





## بربط زندگی کے چند شکستہ تار

کتنا حسرت خیز سانحہ کس قدر پردرد ہے وہ کہانی، کہ ایک خواب خوش اچانک خواب پریشان بن جائے، کس قدر درد انگیز ہے وہ منظر، کہ ایک گلی شگفتہ ہونے سے قبل مسل دی جائے کچل دی جائے، کس قدر افسوس ناک ہے اس پھول کی زندگی، کہ دسمبر کی زندگی بخش ہواؤں سے ایک کنول تالاب میں گلے اور بارش کی ظالم بوندوں سے وہ دیکھتے دیکھتے ہی تہہ آب ہو کر برباد ہو جائے۔

آہ وہ دل جو واقف کار مناظر غم ہیں، اور روج جذبات و احساسات جو انتہائے حسات درد اور الم حیات ہیں، کوئی بتائے، اللہ مجھے کوئی بتائے، انہیں کیا حق حاصل ہے کہ وہ اس طرح ہماری اس کتاب ردیا کے شیرازے کے موسم خزان کے کسی زرد اور پژمرده پھول کی پنکھڑیوں کی طرح منتشر کر دے....؟ فنا کر دے۔

موسم گل میں عشق پیچاں کے شگفتہ اور سرک پھول اپنی ہر پنکھڑی کھول کھول کر آفتابی تیز کرنوں کو اپنے حسن و جمال کو دوبال کرنے کے لئے اپنے اندر پچاتے ہیں اور بہار کی صحت افزا ہواؤں کو نہایت شوق سے اپنے آغوش حسن میں لے آتے ہیں۔ اسی طرح آہ بالکل اسی طرح، میں نے بھی دل کی ہر ہر تہہ میں روشنی پہنچائی، اور وہ اک برقی لہری طرح مجھ میں سرایت کر گئی۔

مشرقی گرم ممالک میں جب آسمان سے برسات کے نرم نرم قطرے نیچے گرتے ہیں تو زمین کو ان کو فوراً قبول کرتی اور اپنے اندر جذب کر لیتی ہے اسی طرح بالکل اسی طرح میں نے بھی تری روح کی روشنی جذب کر لی۔

مگر آہ۔۔۔ اس کا نتیجہ ناکامی، مایوسی، حسرت مندی کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔

آہ شاید یہ دنیا اک دن تمام ہو جائے = اور میں یونہی ناکام اس درخیل پر فقیر بن کر سائل کی صورت میں کھڑی کی کھڑی رہ جاؤں!

صدیاں گزر جائیں گی، دنیا میں غنی غنی روئیں آئیں گی، اور واپس چلی جائیں گی، آبادی ویرانی، ویرانی آبادی کی شکل میں بدل جائے گی، اور۔۔۔۔۔ شاید میں۔۔۔۔۔ اک طوفان زدے کی طرح ساحل تمنا کو پہنچنے کی کوشش کرتی رہ جاؤں!

ہر ایسی صبح، جو نورانیت کے ساتھ، امیر کاروشن تخیل لئے ہوئے آتی تھی میرے کمزور جسم، ناتواں جان، بے چین روح میں پیوستہ ہو

جاتی تھی اور مرے خوابوں کی دنیا میں ایک پلچل مچا جاتی تھی۔

اور اہر ایسی شام جو تاریکی کو لئے ہوئے ناکامی مایوسی اور حسرت کا پیام سنانے آتی تھی۔ مری روح کی آرزوؤں کو مرعش مری جان کی تمناؤں کو پائمال کر جاتی تھی۔

آہ ایک مدت سے یونہی ہوتا رہا ہے اور شاید یونہی ہوتا رہے!



itsurdu.blogspot.com

## سرشام

سرشام اداس پانیوں کے کنارے۔

دنیا کی آبادیوں سے بہت دور

میں تنہا بیٹھی ڈوبنے والے دن کو دیکھتی ہوں!

مرے پہلوانوں میں پانی گیت گاتا ہے

اور سنہرے بادل رقص کرتے ہیں

اداس پانیوں کے کنارے

اور کائنات کی الجھنوں سے بہت دور۔

میں تنہا بیٹھی ڈوبنے والے دن کو دیکھتی ہوں!

مرے پہلو میں چٹانوں پر شفاف پانی پھیلتا ہے۔

اور کائنات سوگ کے سیاہ لباس میں سامنے آکھڑی ہوتی ہے۔

اور اداس پانیوں کے کنارے۔

زندگی بہت ذمہ داریوں سے دور۔

میں بیٹھی ڈوبنے والے دن کو دیکھتی ہوں!

پھر جب آسمان اپنے شہنشاہ کے ماتم میں سیاہ ہو جاتا ہے۔

اور جنگل کے درختوں کے پتے شدت گریہ سے کانپ اٹھتے ہیں۔

اور اداس پانیوں سے ابھی المناک راگ نکلتے لگتا ہے۔

تو میں ڈوبنے والے دن کے خیال کو دل میں لئے ہوئے واپس آ جاتی ہوں! میں اک زمانے سے اس سنان چٹان پر سرشام

ڈوبنے والے دن کو آہیں بھرتے دیکھتی ہوں!



